بچوں کی کہانیوں کا بہترین انتخاب

ماہنامہ

بچوں کی کہانیاں

کراچی

PDFBOOKSFREE.PK

لانڈھی کورنگی کے تمام اسکول و کالج کی کتابیں، کاپیاں، رجسٹر اور اسٹیشنری ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہیں

شمیم بُک ڈپو

آپ کا اعتماد ہماری کامیابی

دکان نمبر 10، قادری مسجد ڈاکٹر اکبر والی گلی کورنگی نمبر 2، کراچی

www.pdfbooksfree.pk

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا سوانحی خاکہ

نمبر شمار	زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا	سال نکاح	عمر نبی اکرم ﷺ	عمر زوجہ	معیت مصطفی ﷺ	سن وصال	کل عمر	مزار	کیفیت بوقت نکاح
1	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	۲۵ سنہ ولادت	۲۵ سال	۴۰ سال	تقریباً ۲۵ سال	رمضان ۱۰ اعلان نبوت	۶۵ سال	مکہ معظمہ	ان کی دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں۔
2	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	۱۰ اعلان نبوت	۵۰ سال	۵۰ سال	۱۴ سال	۲۲ھ یا شوال ۵۴ھ	۷۲/۱۰۶ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں۔
3	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	شوال ۲ھ	۵۴ سال	۹ سال	۹ سال	۱۷ رمضان ۵۷ھ یا ۵۸ھ	۶۳/۶۴ سال	مدینہ منورہ	نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔
4	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	شعبان ۳ھ	۵۵ سال	۲۰ سال	۸ سال	جمادی الاولیٰ ۴۵ھ	۶۰ یا ۶۳ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں۔
5	حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	شعبان ۳ھ	۵۵ سال	۳۰ سال	۳ ماہ	۳ھ	۳۰ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں۔
6	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	شوال ۴ھ	۵۶ سال	۲۶ سال	۷ سال	۵۹ھ	۸۰ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں۔
7	حضرت زینب بنت جحش	۵ھ	۵۷ سال	۳۶ سال	۶ سال	۲۰ھ	۵۱ سال	مدینہ منورہ	مطلقہ تھیں۔
8	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	شعبان ۵ھ	۵۷ سال	۲۰ سال	۶ سال	ربیع الاول ۵۶ھ	۷۱ سال	مدینہ منورہ	قیدی ہو کر آئیں تھیں۔
9	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	۶ھ	۵۷ سال	۳۶ سال	۶ سال	۴۴ھ	۷۲ سال	مدینہ منورہ	ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔
10	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	محرم ۷ھ	۵۹ سال	۱۷ سال	پونے چار سال	۵۰ھ	۶۰ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں۔
11	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۷ھ	۵۹ سال	۳۶ سال	پونے چار سال	۵۱ھ	۸۰ سال	مدینہ منورہ	بیوہ تھیں۔

www.pdfbooksfree.pk

اس شمارے میں

1	حمد	عالم شفیق	4
2	نعت	عابد عطاری	5
3	جھنڈا اونچا	ایس امتیاز	6
4	چھولیہ	ظفر محمود	7
5	میرے ابو	محمد احمد شاد	9
6	سورج	امتیاز عارف	11
7	بیٹے کی قربانی	مختار بھٹی	12
8	سچی دوستی	طالب ہاشمی	14
9	پراسرار جزیرہ	مقبول جہانگیر	17
10	مغرور شہزادی	فرزانہ	33
11	پراسرار ٹرافی	مرزا حمید بیگ	49
12	بھوت بنگلہ	جنید احمد	65
13	مسکرائیے	قارئین	88
14	رنگ بھریئے	ادارہ	94
15	راستہ تلاش کریں	ادارہ	96

سرورق پر چھوٹی تصویر طیب حسن ولد ناصر حسن

0300-8939024

www.pdfbooksfree.pk

ماہنامہ

بچوں کی کہانیاں
کراچی

اپریل 15ء

ایڈیٹرز: زرینہ - ریشماں - قرۃ العین بھٹی

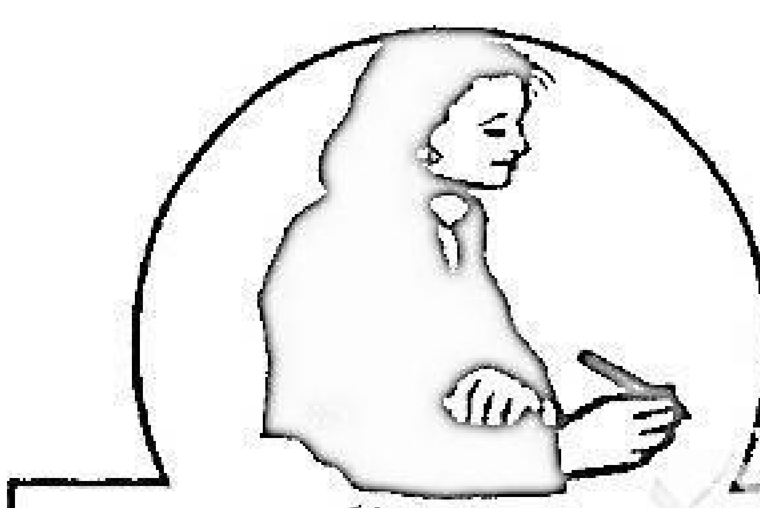

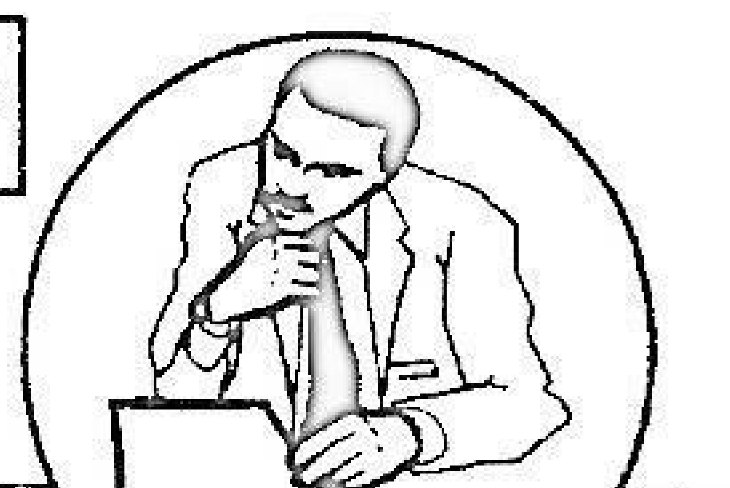

ایڈیٹر: (اعزازی) شگفتہ پروین

چیف ایڈیٹر: مختار بھٹی

قیمت فی پرچہ
30.00 روپے

ریزیڈنٹ ایڈیٹر اقبال تبسم

ڈیزائنگ شہزاد علی

جلد نمبر 20 شمارہ نمبر 4

ماہنامہ بچوں کی کہانیاں کراچی، کوارٹر نمبر 50-B/8، سو کوارٹرز، کورنگی کراچی 74900

Email: bbhatti51@yahoo.com

ایڈیٹر: پبلشر مختار بھٹی
پرنٹرز: سٹی پریس، تالپور روڈ، کراچی۔

رابطہ کے لئے موبائل: 0321-2859862

www.pdfbooksfree.pk

حمد باری تعالیٰ

عالم شفیع ہمدم

سب کے داتا سب کے والی — رتبہ تیرا سب سے عالی
پھولوں میں ہے تیری خوشبو — تیرے ہی چرچے ہیں ہر سو
باغِ جہاں کا تو ہے مالی

سارے جہاں کا رازق ہے تو — دو عالم کا خالق ہے تو
دونوں جہاں کا تو ہے مالی

پیدا زورِ اخوت کر دے — ہم پہ اپنی رحمت کر دے
رحمت کر دے جگ کے والی

سب کی مشکل حل کرتا ہے — سب کا دامن تو بھرتا ہے
عالم بھی ہے تیرا سوالی
سب کے داتا سب کے والی

www.pdfbooksfree.pk

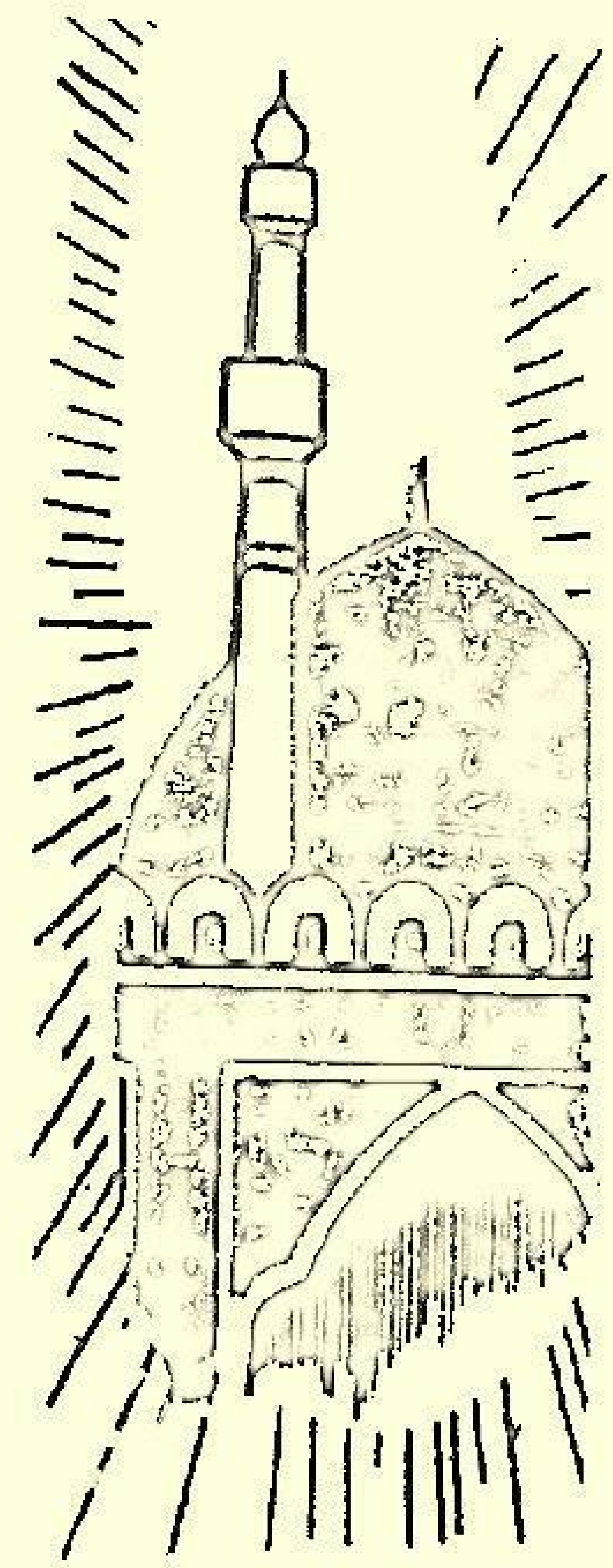

نعت رسول مقبولؐ

خالق کے مہمان محمدؐ　　　آپ کے اونچی شان محمدؐ
خلقت میں ذی شان نبی ہیں　　　نبیوں میں ذی شان محمدؐ
آپ ہمارے واسطے لائے　　　خالق سے قرآن محمدؐ
آپ کا کلمہ پڑھتے ہیں ہم　　　ہم سب کی پہچان محمدؐ
آپ کی راہ پہ چلنے سے ہے　　　ہر مشکل آسان محمدؐ
آپ کے نام پہ ہم نے پایا　　　پیارا پاکستان محمدؐ

اللہ اس کو جگ میں بخشے !
اور بھی اونچی شان محمدؐ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی

www.pdfbooksfree.pk

جھنڈا اونچا رہے ہمارا

ایس۔ امتیاز احمد (کراچی)

پیارا پیارا چاند ستارہ
جھنڈا اونچا رہے ہمارا
اس کی شان بڑھائیں گے ہم
اس کی آن بڑھائیں گے ہم
اس کا مان بڑھائیں گے ہم
چاند ستارہ پیارا پیارا
جھنڈا اونچا رہے ہمارا
پرچم ہے عظمت کا سایا
ساری ملت کا سرمایہ
قائداعظمؒ نے فرمایا
ہم نے لہو سے اس کو نکھارا
جھنڈا اونچا رہے ہمارا

www.pdfbooksfree.pk

چھولیہ

ظفر محمود انجم راجہ جنگ

موسم آیا آیا چھولیہ
ہم نے آج پکایا چھولیہ
سبحان اللہ تیری قدرت
جس نے ہے بنایا چھولیہ
اکتوبر میں ہو کاشت اس کی
مارچ میں آیا چھولیہ
دنیا ہو جائے دیوانی
جب بازار میں پایا چھولیہ
بہت نرالی سبزی ہے یہ
مزے سے ہے کھایا چھولیہ
برق اس کی ہے دیوانی
جب دانے پہ آیا چھولیہ
جب پک جائے آگ پہ بھونو
ہولوں پہ ہے آیا چھولیہ
اللہ قدرت والا جس نے
کھیتوں میں اُگایا چھولیہ

www.pdfbooksfree.pk

ایک شرارتی بچے کے تاثرات

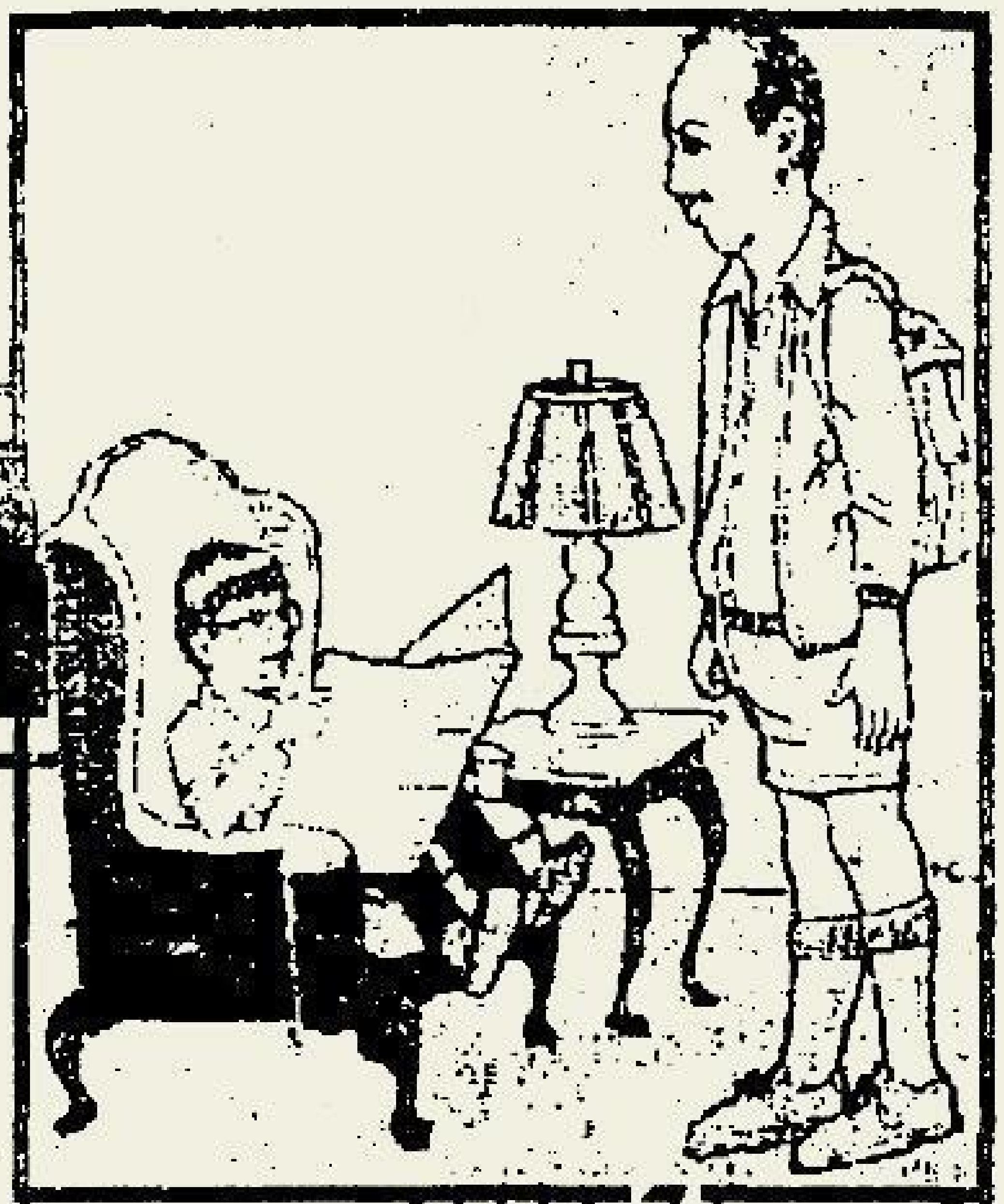

اس ہفتے

شہنواز فاروقی

کرنا ہوگا وہی آپ کو جو اب میں کراؤں گا
ابو صاحب اس ہفتے میں آپ پہ حکم چلاؤں گا

جاؤں گا ہر روز آپ کے اب تو میں دفتر پپا
بھیجوں گا اسکول آپ کو کاندھے سے لٹکا بستہ
آدھی نکر اپنے جیسی آپ کو میں پہناؤں گا
ابو صاحب اس ہفتے میں آپ پہ حکم چلاؤں گا

یار دوستوں کے سنگ گپیں میں زوروں سے ہانکوں گا
"چپ بیٹھو یا باہر کھیلو" کہہ کر آپ کو ڈانٹوں گا
کپڑے میلے اگر کیے تو آپ کو مرغ بناؤں گا
ابو صاحب اس ہفتے میں آپ پہ حکم چلاؤں گا

سگریٹ پی تو چھ ہفتے تک آپ سے میں نہ بولوں گا
ذرا دیر سے گھر آئے تو دروازہ نہ کھولوں گا
شام ڈھلے کتے کو باہر اب میں خود نہلاؤں گا
ابو صاحب اس ہفتے میں آپ پہ حکم چلاؤں گا

اس ہفتے ہر حکم پہ میرے عمل مسلسل ہونا ہے
میرے کہنے پر اٹھنا، میرے کہنے پر سونا ہے
آنا کانی اگر ذرا کی فوراً سبق سکھاؤں گا
ابو صاحب اس ہفتے میں آپ پہ حکم چلاؤں گا

www.pdfbooksfree.pk

میرے ابو

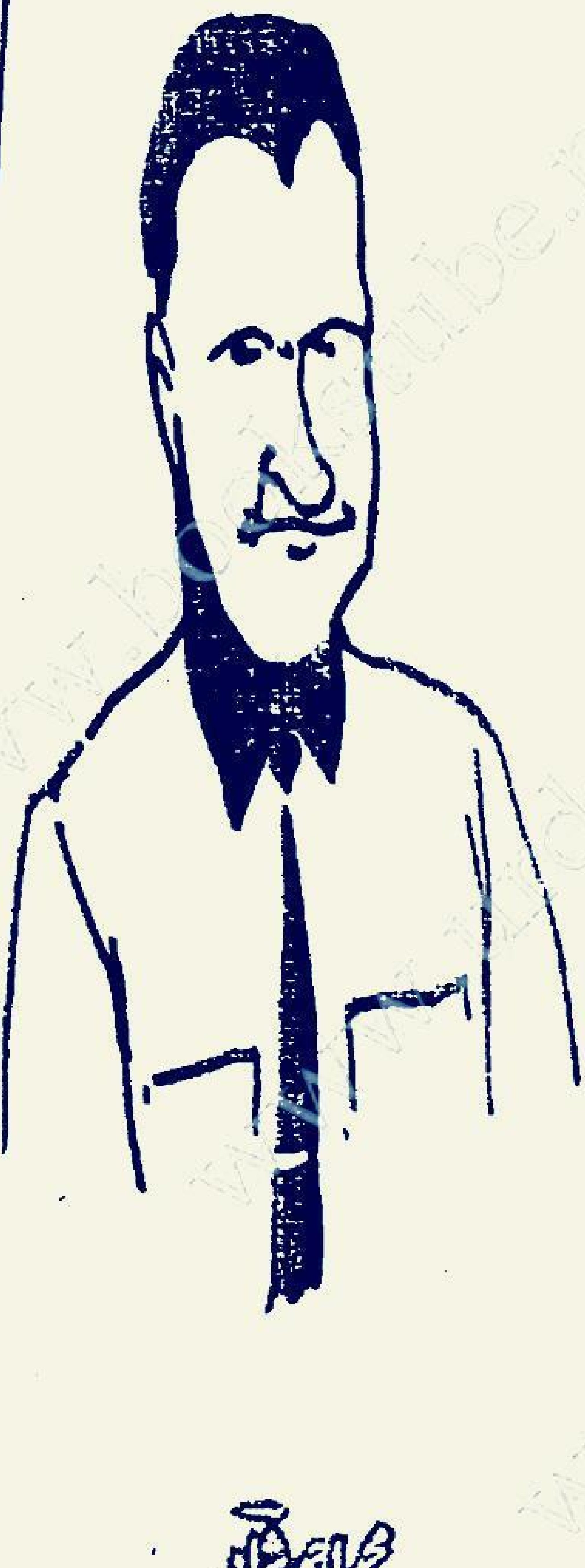

سیدھے سادھے میرے ابو
بھولے بھالے میرے ابو

ہر دم محنت کرتے ہیں یہ
سب کی خدمت کرتے ہیں یہ

میرے بھیا کے ہیں پیارے
باجی کے ہیں آنکھ کے تارے

پپو کے متوالے ہیں یہ
منو کے رکھوالے ہیں یہ

سب کی عزت کرتے ہیں یہ
سب پر شفقت کرتے ہیں یہ

سارے گھر کی جان ہیں ابو
راحت کا سامان ہیں ابو

www.pdfbooksfree.pk

ننھے تارے

چمک چمک رے ننھے تارے — کتنے روشن تیرے کنارے
دن کو تو رہتا ہے پنہاں — شب بھر قائم سر پہ ہمارے

چمک چمک رے ننھے تارے

امبر پر تو دمک رہا ہے — دور سے اتنا چمک رہا ہے
تاریکی میں راہ دکھائے — چلیں مسافر تیرے سہارے

چمک چمک رے ننھے تارے

نیلی چھت پر گل کاری — دھج ہے اس کی کتنی پیاری
تیرے دم سے رونق ساری — تو ہی سارا باغ سنوارے

چمک چمک رے ننھے تارے

جگنو چمکیں سایہ میں تیرے — دیپک دور کریں اندھیرے
سب نے یہ گن تجھ سے سیکھے — تجھ میں ہیں گن ڈھیر سارے

چمک چمک رے ننھے تارے

ننھے نے جب آنکھ کو کھولا — دور سے تجھ کو پا کے ڈولا
ہاتھ بڑھایا تجھ کو پکڑنے — تو نے دیئے سونے کے اشارے

چمک چمک رے ننھے تارے

کتنا تاباں تو ہے پیارے

www.pdfbooksfree.pk
Copyrighted material

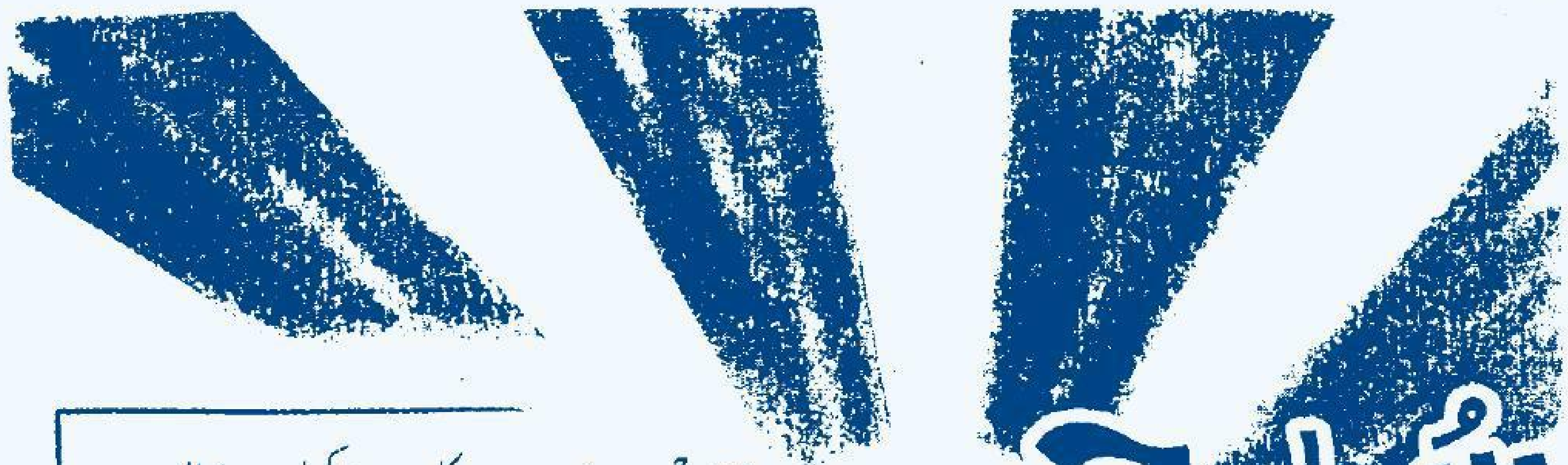

سورج

محمد امتیاز عارف

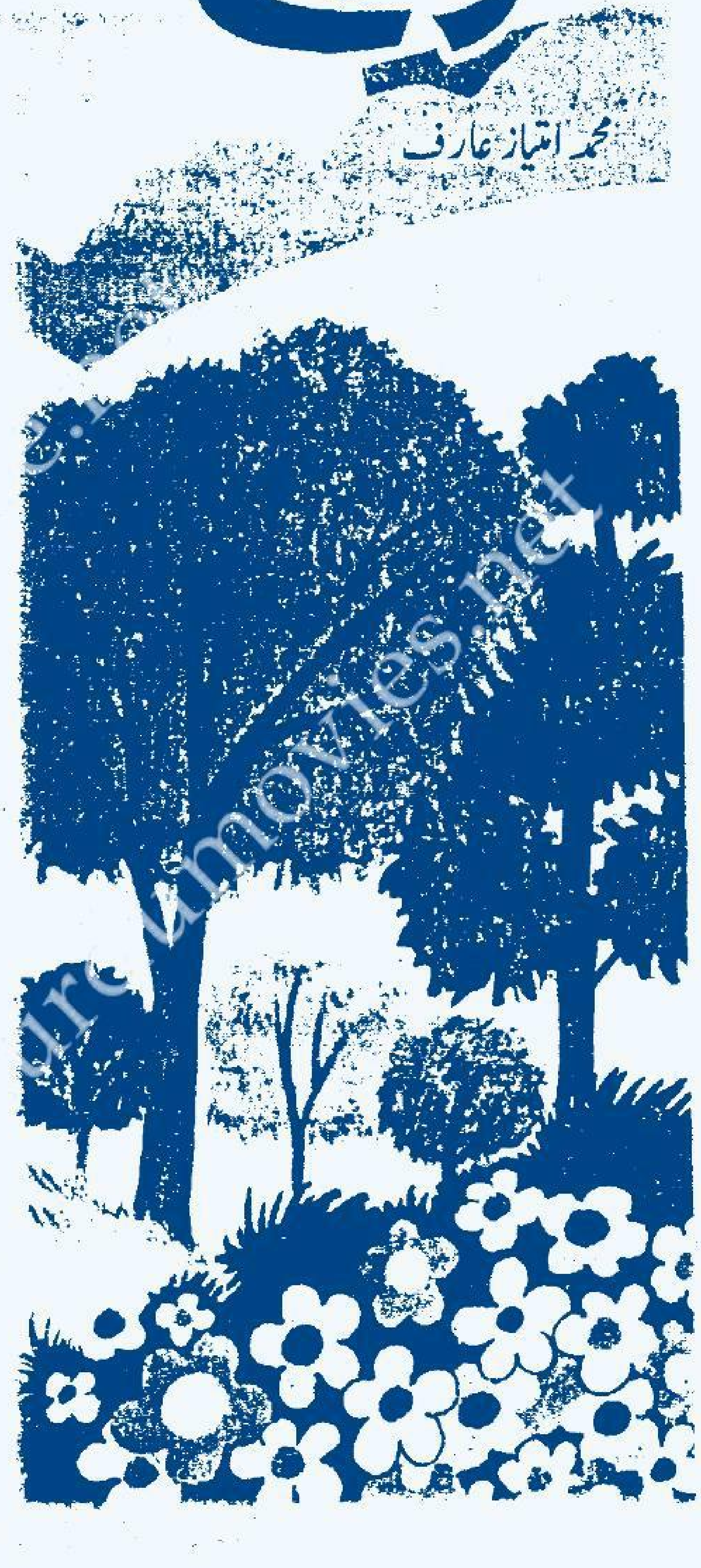

سورج سب کا دیکھا بھالا
ہے اس کا ہر کام نرالا
نورانی ہے اس کا چہرہ
کرنوں کا یہ باندھے سہرا
صبح سویرے آجاتا ہے
سب کے من کو یہ بھاتا ہے
سب کی یہ کرتا ہے خدمت
کرتا ہے تقسیم حرارت
پانی سے یہ بھاپ بنائے
بھاپ سے پھر بادل بن جائے
بادل سے برسائے بارش
کرتا ہے دن رات یہ گردش
سورج ہی کا کام ہے ہر سو
پھولوں کو دیتا ہے خوش بُو
نت نئی دیتا ہے رنگت
پھلوں میں اس کے دم سے لذت
سورج کے کیا گُن گنوائیں
گنتے گنتے سب تھک جائیں
سورج کا ہر کام بڑا ہے
رب کا یہ انعام بڑا ہے

www.pdfbooksfree.pk

بادشاہ نے انصاف کیلئے بیٹا قربان کر دیا

مختار بھٹی

عبداللہ کے بعد 913ء میں اس کا پوتا عبدالرحمٰن سوم ہسپانیہ کا بادشاہ ہوا۔ عبدالرحمٰن کے دو بیٹے تھے، الحکم اور عبداللہ۔ دونوں قابل اور ممتاز تھے، بادشاہ نے الحکم کو اپنا ولی عہد قرار دیا۔ ابن عبدالدار عبداللہ کا ایک اولوالعزم رفیق تھا، اس کو بادشاہ سے اس امر کی شکایت تھی کہ اس نے اسے قاضی القضاۃ کا عہدہ نہیں دیا تھا۔ عبدالدار نے عبداللہ کو بہکایا اور اسے بغاوت پر آمادہ کیا۔ چنانچہ بہت جلد ہی بادشاہ اور الحکم کو قتل کرنے کی خوفناک سازش کی گئی، عبدالرحمٰن کو بھی خبر ہوگئی، اس نے ایک معتبر سردار کو کافی فوج کے ساتھ کارڈ و روانہ کیا۔ جہاں شہزادہ مع اپنے رفیق عبدالدار کے گرفتار کرلیا گیا، جب بادشاہ کے سامنے پیش ہوا تو اس نے پوچھا کیا اس وجہ سے آزردہ ہو کہ تم بادشاہ نہیں؟

شہزادہ نے کوئی جواب نہ دیا، لیکن اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، بادشاہ کے حکم سے دونوں الگ الگ کمروں میں بند کر دئے گئے۔ عبدالدار تو رات ہی رات خودکشی کر کے مر گیا اور شہزادے کے الزام کے متعلق تحقیقات ہوئی، جرم صاف اور صریح تھا، جب شہزادے کے قتل کا فتویٰ صادر ہو گیا تو اس کے بھائی الحکم نے جو ولی عہد تھا اور اپنے بھائی سے بڑی محبت رکھتا تھا، رحم کی سفارش کی۔ بادشاہ نے سفارش نامنظور کی اور کہا:

تمہاری سفارش اور التجا بجا ہے، میں بھی یہی چاہتا ہوں اور اس کی موت کو ٹھنڈے دل

www.pdfbooksfree.pk

سے دیکھنا گوارا نہیں کرتا، لیکن میں بادشاہ ہوں، مجھ کو آئندہ کا خیال بھی رہنا چاہئے، اس کے دل کی خلش کبھی نہ جائے گی، میرے بعد تم دونوں ہمیشہ لڑتے رہو گے، تم دونوں کا انجام تو جو ہو سو ہو، لیکن رعایا تباہ ہو جائے گی۔ کتنی مائیں اپنے بچوں کو روئیں گی، کتنی عورتیں بیوہ ہوں گی اور کتنے بچے یتیم ہو جائیں گے، ملک میں قحط سالی اور فصلوں کی تباہی دائمی بدامنی پیدا کر دے گی۔ جب ان باتوں کی طرف میرا خیال جاتا ہے تو میں کانپ اٹھتا ہوں۔ اس لئے ہزار ہا لوگوں کو بے خانماں ہزاروں عورتوں کو بیوہ اور ہزاروں بچوں کو یتیم بنانے کے بجائے بہتر ہے کہ ایک ہی شخص کا جو بانی فساد ہے، خاتمہ کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ ایک دوسری بات بھی ہے کہ اگر کوئی اور شخص بادشاہ اور اس کے ولی عہد کی جان لینے کی کوشش کرے تو اس کی سزا پھانسی ہے اور اگر وہی جرم بادشاہ کا ایک بیٹا کرے تو کیوں رعایت کی جائے، اس لئے میں انصاف کے لئے ایک نظیر قائم کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے اس نوجوان فرزند کے لئے نہایت روؤں گا اور جب تک زندگی ہے روتا رہوں گا، لیکن اے الحکم! نہ تمہارے آنسو نہ میرا رونا اور نہ میرے تمام خاندان کی سفارشیں میرے اس بدقسمت بیٹے کو اس صریح جرم کی سزایابی سے بچا سکتی ہیں، چنانچہ عبداللہ اسی شب قتل کر دیا گیا اور دوسرے دن اپنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوا۔ یہ واقعہ 949ء کا ہے کا عبدالرحمن اپنے بیٹے کے غم سے کبھی فارغ نہ رہا۔ اس کا رنج و غم نا معلوم طور پر روز بروز بڑھتا گیا۔ مرنے سے ایک سال بیشتر گوشہ نشینی اختیار کر لی، آخر یہ عادل بادشاہ 961ء میں بعمر 73 سال 51 برس سلطنت کر کے انتقال کر گیا۔

❖❖❖❖❖

○ سائبیریا (روس) میں واقع مقام ”ورخویانسک“ میں اتنی سردی ہوتی ہے کہ اگر کیتلی سے ابلتا ہوا پانی زمین پر گرایا جائے تو زمین پر پہنچنے سے پہلے ٹھوس برف بن جاتا ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

طالب ہاشمی

سچی دوستی

ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی دوسری صدی ہجری میں مشہور عالم، مورخ اور سیرت نگار گزرے ہیں۔ ان کے دادا کا نام واقد تھا، انہی کی نسبت سے قادی کہلائے جاتے ہیں۔ عباسی خاندان کا ساتواں خلیفہ مامون الرشید (المامون) ان کا بڑا قدر دان تھا اور اس نے انہیں بغداد کے مشرقی حصے کا قاضی بنادیا تھا۔

واقدی بڑے دریا دل آدمی تھے۔ غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کی مدد کے لئے اپنا مال بے دریغ خرچ کرتے تھے، اس لئے اکثر مقروض رہتے تھے۔ اپنی سخاوت کی وجہ سے بعض اوقات مفلس ہو جاتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ: ”ایک مرتبہ عید سر پر آگئی۔ اور میرے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ اپنے اہل وعیال کے لئے نئے کپڑے خرید سکوں۔ میں نے اس مشکل کے حل کے لئے بہت سوچا لیکن اس کے سوا کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی کہ اپنے دوست سے قرضہ لوں۔ یہ سوچ کر میں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس گیا۔ اور اس سے کچھ رقم قرض مانگی۔ اس نے کسی حیل وحجت کے بغیر درہموں سے بھری ہوئی کئی تھیلیاں میرے سامنے رکھ دیں ان میں ایک لاکھ دوسو درہم تھے۔ میں انہیں لے کر گھر آ گیا۔

تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ میرا ایک دوست ہاشمی آیا اور کہا: ”آج کل مجھ پر پیغمبری وقت آ پڑا ہے، اس کی وجہ سے سخت پریشان ہوں۔ بہت سی ضرورتیں منہ پھاڑے کھڑی ہیں، لیکن میرے پاس اتنا بھی نہیں کہ اپنی ایک ضرورت بھی پوری کرسکوں۔ مہربانی کر کے مجھے کچھ رقم قرض دے دو۔“

میں نے اسے مردان خانے میں بٹھایا اور کہا: ”میں اندر جا کر بیوی سے مشورہ کرتا ہوں، پھر

www.pdfbooksfree.pk

تمہیں آ کر بتاؤں گا کہ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں، تم یہیں بیٹھو۔"

یہ کہہ کر میں گھر میں گیا اور بیوی سے مشورہ کیا تو اس نے پوچھا: "پھر آپ نے کیا سوچا ہے؟"

میں نے کہا: "میرے خیال میں جو رقم میرے تاجر دوست نے دی ہے اس میں سے آدھی رقم اپنے اس ہاشمی دوست کو دے دوں۔"

میری بیوی بولی: "سبحان اللہ، آپ اپنے دوست کے پاس گئے اور اپنی ضرورت بیان کی تو اس نے کسی حیل و حجت کے بغیر آپ کو ایک لاکھ دو سو درہم دے دیے۔ اب آپ کے پاس ایک ایسا دوست آیا اپنی ضرورت لے کر آیا ہے جو ہاشمی ہونے کی بناء پر رسول اللہ ﷺ سے نسبت رکھتا ہے، آپ اس کو آدھی رقم پر ٹالنا چاہ رہے ہیں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، آپ مجھ سے پوچھتے ہیں میں تو آپ کو یہی مشورہ دوں گی کہ آپ ساری رقم اپنے ہاشمی دوست کو دے دیجئے۔" میں نے بیوی کے مشورے کے مطابق ساری رقم (ایک لاکھ دو سو درہم) ہاشمی دوست کو دے دی اور وہ خوش خوش اپنے گھر چلا گیا۔

اب اتفاق ایسا ہوا کہ مجھے ایک لاکھ دو سو درہم دینے کے بعد میرا تاجر دوست خالی ہاتھ رہ گیا اور اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے وہ بھی قرض لینے پر مجبور ہو گیا۔ اس غرض کے لئے وہ میرے ہاشمی دوست کے پاس آیا، جو اس کا اپنا بھی پرانا دوست تھا۔ ہاشمی نے اسے پریشان اور ضرورت مند دیکھ کر وہی رقم اس کے سامنے رکھ دی، جو مجھ سے لے کر گیا تھا۔ تاجر دوست نے رقم والی تھیلیوں کو دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ تو وہی تھیلیاں ہیں، جو اس نے مجھے دی تھیں۔ وہ حیران ہو کر فوراً میرے پاس آیا اور پوچھا: "بھائی! یہ کیا قصہ ہے؟"

میں نے اسے سارا قصہ شروع سے آخر تک سنا دیا۔ اب ہم ہاشمی دوست کو بلوالیا۔ وہ آیا تو ہم تینوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ اس رقم کو تین حصوں میں تقسیم کر کے آپس میں بانٹ لیں، کیوں کہ تینوں ہی حاجت مند ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

ہوتے ہوتے اس واقعے کی خبر خلیفہ مامون الرشید تک پہنچ گئی۔ اس نے قاصد بھیج کر مجھے طلب کیا۔ میں حاضر ہوا تو اس نے مجھ سے اس واقعے کے بارے میں پوچھا۔

www.pdfbooksfree.pk

میں نے سارا قصہ عرض کر دیا، جس میں اپنے ارادے اور بیوی کے مشورے کا بھی ذکر کیا۔
خلیفہ تینوں دوستوں کی ایک دوسرے کے ساتھ بے غرض نیکی اور ہمدردی کا حال سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے خادم کو حکم دیا کہ سامنے پڑی ہوئی تھیلی اٹھا لاؤ، وہ تھیلی لایا اور اسے کھولا گیا تو اس میں دس ہزار دینار موجود تھے۔ (اس زمانے میں دینار سونے کا ایک وزنی سکہ ہوتا تھا، جس کی قیمت اس زمانے میں کئی ہزار روپے بنتی ہے) خلیفہ نے دو دو ہزار دینار تینوں دوستوں کو انعام کے طور پر دئے۔ اور چار ہزار دینار یہ کہ کر میری بیوی کو بھجوائے کہ یہ نیک دل خاتون تم تینوں سے زیادہ سخی ہے۔

☆☆☆

توے کی تلاش

ہمارے ہاں کھانوں کو چٹ پٹا اور لذیز بنانے کے لئے جتنے مسالے بلکہ گرم مسالے استعمال ہوتے ہیں، دنیا میں کہیں نہیں ہوتے۔
اس کے علاوہ برصغیر میں روٹی بھی کئی قسموں کی ہوتی ہے۔ تندوری روٹی، نان، تافتان،

چار کا ہندسہ

مرسلہ: عزیز خالد، کراچی

☆ اللہ تعالیٰ کے نام میں حرف چار (ا، ل، ل، ہ)
☆ محمد ﷺ کے نام میں حرف چار (م، ح، م، د)
☆ خلفائے راشدین کی تعداد چار (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ)
☆ الہامی کتابیں چار (توریت، زبور، انجیل، قرآن)
☆ مقرب فرشتے چار (حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت عزرائیل، حضرت اسرافیل)
☆ نماز کی حالتیں چار (قیام، رکوع، سجود، قعود)
☆ اطراف چار (مشرق، مغرب، شمال، جنوب)
☆ عمر کی منزلیں چار (بچپن، لڑکپن، جوانی، بڑھاپا)
☆ اعضائے رئیسہ چار (دل، دماغ، جگر، پھیپڑے)
☆ موسموں کی تعداد چار (گرما، سرما، بہار، خزاں)
☆ عناصر کی تعداد چار (ہوا، پانی، آگ، مٹی)
☆ انسانی دشمن چار (جھوٹ، چغلی، حسد، غیبت)

لاہور میں
ماہنامہ بچوں کی کہانیاں کراچی
سلطان نیوز ایجنٹ
اخبار مارکیٹ لاہور سے رابطہ کریں

www.pdfbooksfree.pk

قسط نمبر-14 پراسرار جزیرہ

مقبول جہانگیر

شہزادی کو سکھا پڑھا کر چالیس دن کی مُہلت لے لی ہے۔ بُزرجمہر جانتا ہے کہ امیر حمزہ زندہ ہے اور اُسے یقین ہے کہ چالیس دن کے اندر اندر امیر حمزہ مدائن پہنچ جائے گا اور بادشاہ کو اپنے وعدے کے مُطابق شہزادی کی شادی اُس کے ساتھ کرنی پڑے گی۔"

یہ سُن کر شہزادہ اولاد مرزبان نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھا اور آنکھیں لال پیلی کر کے کہنے لگا: "امیر حمزہ کی کیا مجال کہ شہزادی سے شادی کر سکے۔ میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔"

بختک نے قہقہہ لگایا اور کہا۔ "شہزادے ابھی تُم نے امیر حمزہ کو دیکھا نہیں ہے۔ تبھی یہ بات مُنہ سے نکالنے کا حوصلہ ہوا ہے۔ سچ پوچھو تو میں بھی امیر حمزہ کی شجاعت اور بہادری کا لوہا مانتا ہوں۔ اُس سے مقابلے کا خیال بھی دل میں نہ لانا ورنہ تمھاری خیر نہیں۔ وہ تُم جیسے ایک ہزار آدمیوں پر اکیلا ہی بھاری ہے۔ لڑائی بھڑائی سے اُس پر قابو پانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ ہاں، چالاکی اور عیاری سے کام لے کر اُسے زک پہنچائی جا سکتی ہے۔"

بختک کی زبان سے امیر حمزہ کی خوبیاں سن کر شہزادہ اولاد مرزبان کا کلیجہ بیٹھ گیا اور تلوار کے دستے پر رکھا ہوا ہاتھ خود بخود ہٹ گیا۔ خُشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہنے لگا۔

"پھر آپ جلد مجھے کوئی تدبیر ایسی بتائیے کہ میں شہزادی مہر نِگار سے شادی کر لوں اور امیر حمزہ سے مقابلہ کرنے کی نوبت نہ آئے۔"

"ہاں، اب تُم نے عقل سے کام لیا ہے۔" بختک نے مسکرا کر کہا۔ "تُم سیدھے نوشیرواں کی خدمت میں جاؤ اور عرض کرو کہ حضور مجھے خدشہ ہے کہ امیر حمزہ کے حمایتی شہزادی مہر

www.pdfbooksfree.pk

www.pdfbooksfree.pk

نگار کی جان لینا چاہتے ہیں۔ اگر وہ زیادہ دیر مدائن میں رہی تو دشمنوں کے ہاتھوں اُسے نقصان پہنچے گا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ اُسے فوراً میرے ساتھ رُخصت کر دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ چالیس دن سے پہلے شہزادی سے شادی نہیں کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ بادشاہ تُمھاری یہ درخواست قبول کر لے گا۔

غرض بختک نے شہزادہ اولاد مرزبان کو اچھی طرح پٹی پڑھا کر نوشیرواں کے پاس بھیجا اور اس نے ایسی عاجزی اور مسکینی سے اپنی درخواست پیش کی کہ بادشاہ اِنکار نہ کر سکا۔ اُسی وقت حُکم دیا کہ شہزادی مہر نگار کے جہیز کا سامان تیار کیا جائے۔ فوج کے بارہ ہزار جوان شہزادی کی حِفاظت کے لیے ساتھ بھیجے گئے اور اُنھیں خوب سمجھا دیا گیا کہ چالیس دن تک شہزادہ اولاد مرزبان کو شہزادی مہر نگار کی صورت نہ دیکھنے دیں اور کوئی شخص شہزادی کی اجازت کے بغیر اُس کے خیمے میں داخل نہ ہو۔ چالیس دن گُزرنے کے بعد شہزادہ اولاد کو اِختیار ہوگا کہ وہ شہزادی سے شادی کر لے۔

بادشاہ کے حُکم کی دیر تھی، شہزادی مہر نگار کی رُخصتی ہوگئی اور ایک عظیم الا ؤلشکر کے ساتھ شہزادہ اولاد مرزبان اپنے صُوبے کی جانب روانہ ہوا۔ شہزادی کی حِفاظت کے لیے بارہ ہزار فوجی سپاہی چوبیس گھنٹے ڈیوٹی پر حاضر رہتے تھے اور کسی پرندے تک کی مجال نہ تھی کہ شہزادی کے خیمے کے قریب پر بھی مار جاتا۔

اُدھر شہزادی ایک ایک دن گِنتی جاتی تھی۔ آخر اُنتالیس روز گُزر گئے اور چالیسواں دن آیا۔ شہزادہ اولاد کا لشکر ایک خوش نُما پہاڑ کے دامن میں اُترا اور خیمے لگائے جانے لگے۔ شہزادے نے اُدھر اپنی شادی کی خوشی میں ناچ رنگ کی محفلیں سجائیں اور اِدھر شہزادی دل میں کہتی تھی کہ آج چالیسواں دن ہے اور بُزرجمہر نے کہا تھا کہ چالیس دن کے اندر اندر امیر حمزہ آ جائیں گے مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ خیر کچھ بھی ہو میں شہزادہ اولاد سے ہرگز شادی نہ کروں گی۔

خُدا کی قُدرت دیکھیے کہ جس روز اولاد مرزبان کا لشکر پہاڑ کے دامن میں اُترا، عین

www.pdfbooksfree.pk

اُسی روز امیر حمزہ اور لندھور کا لشکر اِسی پہاڑ کی دوسری جانب آیا۔ یہ ایسی حسین اور سرسبز وادی تھی کہ امیر حمزہ یہاں چند روز ٹھہرنا چاہتے تھے۔ اُنھوں نے عادی پہلوان کو حکم دیا کہ پڑاؤ کیا جائے۔ دریا کے کنارے امیر حمزہ نے اپنا خیمہ لگوایا وار اِدھر اُدھر گھوم پھر کر قدرت کے نظاروں کا تماشا کرنے لگے۔

طبیب اقلیموں نے عمرو کو دیکھا کہ بے کار بیٹھا مکھیاں مارتا ہے۔ وہ اُس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

''اِس جنگل میں ایک ہرن ایسا ملتا ہے جس کا گوشت زہر کا اثر دور کرنے میں اکسیر ہے۔ اِس ہرن کا رنگ سُنہری ہے اور وہ اتنا تیز رفتار ہے کہ کسی کے ہاتھ نہیں آتا۔ تُم جاؤ اور اُس ہرن کو پکڑ کر لاؤ تاکہ میں اُس کے کباب بنا کر امیر حمزہ کو کھلاؤں۔''

عمرو نے گھور کر اقلیموں کو دیکھا اور ناراض ہو کر بولا۔

''تُمھیں مجھ سے خُدا واسطے کا بیر ہے۔ کوئی نہ کوئی کام بتاتے ہی رہتے ہو۔ امیر حمزہ کا خیال نہ ہوتا تو تمھیں اس وقت اپنی زنبیل میں بند کر کے وہیں جزیرہ ناردن پر جا کر چھوڑ آتا۔''

یہ کہہ کر اُٹھا اور سُنہری ہرن کی تلاش میں جنگل کی جانب روانہ ہوا۔ کچھ فاصلے پر دیکھا کہ چار ہرن گھاس میں ٹہل رہے ہیں اور اُن میں ایک کا رنگ سُنہری اور سُورج کی دُھوپ میں سونے کے پانی کی طرح چمکتا ہے۔ عمرو اُن کی طرف بڑھا تو ہرن چوکڑیاں بھرتے ہوئے بھاگے۔ ایک مغرب کی طرف۔ دُوسرا مشرق کو، تیسرا شمال اور چوتھا جس کا رنگ سُنہری تھا، جنوب طرف بھاگ اُٹھا۔ عمرو نے بھی چوکڑیاں بھریں اور اِس ہرن کے پیچھے دوڑا۔ آخر اُسے پہاڑ کے دوسری جانب جا کر پکڑ لیا اور کندھے پر ڈال کر لے چلا۔ یکا یک عمرو کی نظر اُن ہزاروں خیموں پر پڑی جو پہاڑ کے دامن میں دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ حیران ہو کر کہنے لگا، ایسا معلوم ہوتا ہے کوئی لشکر آن کر ٹھہرا ہے۔ ذرا معلوم تو کروں کہ یہ کون لوگ ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔

اُس نے سُنہری ہرن کو ایک غار میں بند

www.pdfbooksfree.pk

کر اُس کے مُنہ پر پتھر رکھا اور خود پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اُترا۔ ایک چھوٹے سے تالاب کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ دو آدمی فوجی وردی پہنے کھڑے ہیں۔ ایک کے ہاتھ میں سونے کا اور دُوسرے کے ہاتھ میں چاندی کا پیالہ ہے۔ عمرو نے بڑے ادب سے اُنھیں سلام کیا اور کہا۔

''جناب، آپ کون لوگ ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟''

اُن میں سے ایک نے عمرو کو اُوپر سے نیچے تک غور سے دیکھا۔ پھر جواب میں کہا۔

''ہم شہنشاہ نوشیرواں کی بیٹی شہزادی مہر نِگار کے غلام ہیں۔'' یہ کہہ کر اُس نے امیر حمزہ کے ہندوستان جانے، لِندھور کے ہاتھوں مارے جانے اور شہزادی مہر نِگار کی شادی کا سارا واقعہ اُسے سنایا۔ آخر میں کہنے لگا کہ آج چالیسواں دن ہے۔ کل مرزبان شہزادی سے شادی کرے گا۔

عمرو یہ داستان سُن کر بدحواس ہو گیا۔ مگر خواجہ بُزرجمہر کی دانائی اور دُوراندیشی پر دِل میں آفرین کہی۔ اب اُنھوں نے عمرو سے پوچھا کہ تُم کون ہو؟ عمرو نے جواب دیا۔

''صاحب، میری کیا پُوچھتے ہو۔ نہایت مُفلِس اور غریب آدمی ہوں۔ ایک ہاتھ سے لُولا اور ایک پاؤں سے لنگڑا ہوں۔ ہزاروں علاج کیے مگر کسی دوا سے فائدہ نہ ہوا۔ آخر ایک تجربہ کار طبیب نے یہ نُسخہ بتایا ہے کہ اگر چاندی کے برتن میں پانی پیوں تو ہاتھ اچھا ہو اور سونے کے برتن میں پیوں تو پاؤں ٹھیک ہو۔ بھلا مُجھ غریب کو سونے چاندی کے برتنوں میں پانی کون پلاتا۔ خُدا کی قُدرت ہے کہ اِس وقت آپ سے ملاقات ہوئی۔ مہربانی کرو اور مُجھے اِن برتنوں میں پانی پینے کی اِجازت دو۔ شاید میں اچھا ہو جاؤں۔''

عمرو نے اِس عاجزی سے گفتگو کی کہ اُن لوگوں کا دِل پسیج گیا۔ پہلے شخص نے چاندی کا پیالہ عمرو کو دیا۔ اُس نے چشمے میں سے پانی بھر کر پیا اور فوراً اپنا بایاں ہاتھ ہلا کر خوشی سے بولا۔

''میرا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ اب جلدی سے سونے کا پیالہ بھی مجھے دو کہ اِس میں پانی پیوں۔''

دُوسرے نے سونے کا پیالہ بھی عمرو کو تھما

www.pdfbooksfree.pk

دیا۔ اُس نے اُس میں بھی پانی بھر کر پیا اور اپنی ایک ٹانگ کو حرکت دی۔ "آہا۔۔۔ یہ بھی ٹھیک ہوگئی۔"

"لاؤ، میاں ہمارے پیالے ہمیں دو۔ تُم ٹھیک ہو گئے۔" اُنھوں نے کہا۔ یہ سُن کر عمرو نے چھلانگ لگائی اور دور جا کھڑا ہوا۔ وہ حیران ہوئے کہ عجیب مسخرا ہے۔ عمرو نے کہا۔

"میں اِتنا بے وقوف نہیں ہُوں کہ یہ پیالے تمھیں واپس دے دُوں۔ فرض کرو میرے ہاتھ پیر پھر بگڑ گئے تو میں سونے چاندی کے برتن کِس سے مانگتا پھروں گا۔"

وہ دونوں بُرا بھلا کہتے ہوئے عمرو کے پیچھے لپکے۔ مگر عمرو اُن کے ہاتھ کہاں آتا تھا۔ دیر تک اُنھیں دوڑاتا رہا۔ آخر ہانپ ہانپ کر دونوں بے دم ہو گئے۔ اور عمرو اُن کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ یہ دونوں آپس میں لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے کو الزام دیتے اپنے لشکر میں واپس پہنچے۔ ایک جگہ کیا دیکھتے ہیں کہ زمین پر کپڑا بچھائے اور چند کتابیں اپنے آگے دھرے ایک نجومی بیٹھا ہے۔ بہت سے لوگ اُسے گھیرے ہوئے ہیں۔ نجومی ہر سوال کا جواب دیتا ہے اور ٹھیک ٹھیک باتیں بتاتا ہے۔ یہ دونوں بھی اُس کے پاس پہنچے۔ نجومی نے اُن سے سونے کی پانچ اشرفیاں لیں اور کہا۔ "فرمایئے جناب کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"نجومی تُم ہو کہ ہم۔" اُنھوں نے ناراض ہو کر کہا۔ "تُم خُود بُوجھو کہ ہم کس لیے آئے ہیں؟"

نجومی نے کُچھ حساب لگایا، پھر کہا۔ "آپ کی کوئی چیز کھوئی گئی ہے۔ شاید برتن ہیں۔ ایک چاندی کا۔ دُوسرا سونے کا۔" وہ دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو تکنے لگے پھر بولے۔ "ارے نجومی، آفرین ہے تیرے کمال پر۔ اچھا، یہ بتا کہ ہمارے وہ برتن ہمیں واپس مل جائیں گے؟"

نجومی نے پھر حساب لگایا اور بولا۔ "میرا علم کہتا ہے کہ ضرور مل جائیں گے۔"

یہ سُن کر سپاہی بہت خوش ہوئے اور سیدھے شہزادی مہر نگار کے خیمے پر پہنچے پہرے داروں سے کہا کہ ہمیں شہزادی سے کچھ

www.pdfbooksfree.pk

کہنا ہے ۔شہزادی نے اُنھیں بُلا لیا۔ وہ سمجھی شاید امیر حمزہ کے بارے میں کوئی خبر لے کر آئے ہیں ۔لیکن اُنھوں نے نجومی کا ذکر کیا کہ بڑا با کمال شخص ہے ۔ممکن ہے وہ امیر حمزہ کے بارے میں کچھ بتا سکے۔

شہزادی مہر نگار نے اُنھیں تو رُخصت کیا اور خُود اس سوچ میں پڑ گئی کہ وہ نجومی کون ہے ۔ یکا یک خیال آیا کہ وہ عمرو عیار ہو گا اور اُسی نے اِن بیچاروں کے برتن بھی ہتھیائے ہیں ۔ یہ سوچ کر اُس نے اپنے غُلاموں کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور اُس نجومی کو ہمارے پاس لے آؤ۔حکم کی دیر تھی ، نجومی حاضر ہو گیا۔

شہزادی مہر نگار نے پردے کے پیچھے سے دیکھا کہ ایک شخص جس کی ڈاڑھی مُونچھیں سفید ہیں ۔لمبا سا چغہ پہنے اور چند کتابیں بغل میں دبائے کھڑا ہے ۔ وہ بھی علم نجوم میں خواجہ بُزرجمہر کی شاگرد تھی ۔ اُسی وقت حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ یہ نجومی عمرو عیار کے سوا اور کوئی نہیں ،شہزادی نے اُسے خیمے کے اندر بُلا لیا اور ہاتھ بڑھا کر اُس کی ڈاڑھی کو ایسا جھٹکا دیا کہ وہ اُکھڑ کر ہاتھ میں آ گئی ۔ اِس کے بعد شہزادی نے نجومی کی نقلی مُونچھیں بھی اُکھاڑ ڈالیں ۔ اب جو دیکھا تو عمرو کھڑا مسکرا رہا تھا۔اُس نے فوراً شہزادی کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہا۔

''معاف کیجیے شہزادی صاحبہ ،آپ تک پہنچنے کے لیے مجھے یہ بھیس بدلنا پڑا۔

''میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تُمھارے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔'' شہزادی نے ہنس کر کہا ۔''اچھا، یہ تو بتاؤ کہ امیر حمزہ کہاں ہیں؟''

''پہاڑ کی دُوسری طرف اُترے ہیں ۔ لندھور بھی اُن کے ساتھ ہی آیا ہے۔'' عمرو نے جواب دیا۔ابھی اتنی ہی باتیں ہوئی تھیں کہ یکا یک خیمے کے باہر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُنائی دی ۔ عمرو نے جلدی سے نقلی ڈاڑھی مُونچھیں چہرے پر لگا لیں ۔ پھر اپنی زنبیل سے سونے چاندی کے پیالے نکال کر شہزادی کو دے دیے اور کہا۔

''یہ پیالے آپ کے غُلاموں کے ہیں ۔اُنھیں دے دیجیے۔''

اِتنے میں ایک غُلام خیمے میں داخل ہوا

www.pdfbooksfree.pk

۔جھک کر شہزادی کو سلام کیا اور بولا۔

''حضور، اس نجومی کو شہزادہ مرزبان نے طلب کیا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔تم جا کر شہزادے سے کہو کہ نجومی تھوڑی دیر بعد اُن کے پاس آتا ہے۔'' شہزادی نے غلام سے کہا اور وہ سلام کر کے اُلٹے قدموں لوٹ گیا۔

''عمرو ذرا ہوشیار رہنا۔ہم نے سُنا ہے کہ یہ شخص جس کا نام شہزادہ اولاد مرزبان ہے بہت مکّار ہے۔کہیں تُمھیں نقصان نہ پہنچائے۔''

''آپ فکر نہ کیجیے۔دیکھیے میں اُس کا کیا حشر کرتا ہوں۔'' عمرو نے کہا اور خیمے سے باہر نکل گیا۔

اولاد مرزبان کے آدمیوں نے عمرو کو گھوڑے پر سوار کرایا اور شہزادے کے پاس لے گئے وہ ایک بڑے سے خیمے میں بڑی شان وشوکت سے بیٹھا تھا۔عمرو نے جُھک کر سلام کیا اور کہا۔

''جہاں پناہ کا اِقبال بُلند ہو۔اِس خادم کو کیوں یاد فرمایا ہے؟''

''اے نجومی ہم نے تُمھاری بہت تعریف سُنی ہے۔یہ تو بتاؤ کہ شہزادی مِہر نِگار نے تُم سے کیا پوچھا؟''

''جہاں پناہ، اُنھوں نے مجھ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا تھا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔میں نے حساب لگایا تو پتا چلا کہ وہ زندہ ہے مگر میں نے یہ بات شہزادی سے نہ کہی ۔اُن سے کہہ دیا کہ وہ شخص مر چکا ہے۔''

''خُوب ۔تُم نے ٹھیک کہا۔اور کیا باتیں ہوئیں۔''

''حضور میں نے شہزادی صاحبہ سے کہا ہے کہ شہزادہ اولاد مرزبان سے فوراً شادی کر لو۔کیونکہ یہی تُمھاری قسمت میں لکھا ہے جِسے بدلنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔میں نے اُنھیں ایسا سمجھایا کہ اب شہزادی صاحبہ آپ سے شادی کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں۔''

یہ سُن کر شہزادہ مرزبان کی خوشی کی حد نہ رہی۔غُلاموں کو حکم دیا کہ نجومی کا منہ موتیوں سے بھر دیا جائے۔عمرو نے شہزادے سے کہا۔

''حضور اِس خادم کے چار بیٹے ہیں اور

www.pdfbooksfree.pk

چاروں اپنے اپنے فن میں طاق ہیں ایک بیٹا فولادی گُرز گھمانے میں ماہر ہے۔ دُوسرا بیٹا پٹے بازی جانتا ہے۔ تیسرا ڈھول بجانے میں اُستاد ہے اور چوتھا نفیری ایسی بجاتا ہے کہ انسان تو اِنسان جانور تک جھومنے لگتے ہیں۔ اِجازت ہو تو وہ کل آپ کی شادی کے مُبارک موقع پر حاضر ہو کر اپنا اپنا کمال دِکھائیں۔

''اِجازت ہے۔'' اولادمرزبان نے کہا۔

عمرو اُسے دُعائیں دیتا ہوا خیمے سے باہر نکلا اور پہاڑ کی طرف چلا۔ غار میں سُنہری ہرن بند تھا۔ وہاں سے ہرن کو پکڑ کر اپنے لشکر میں آیا۔ ہرن کو اقلیموں کے حوالے کیا۔ پھر سیدھا مُقبل وفادار کے پاس پہنچا اور اُس سے کہا عادی پہلوان سے کہو کہ فوراً لندھور کے خیمے میں پہنچے۔ میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔ تُم بھی عادی کو لے کر وہاں آؤ۔ ایک ضروری مشورہ کرنا ہے۔''

عمرو جب لندھور کے پاس گیا تو وہ کھانا کھا رہا تھا۔ عمرو کو آتے دیکھا تو خُوش ہو کر بولا ''خُوب آئے۔ میں تُمھیں بلوانے ہی والا تھا۔ تُمھارا گانا سُنے بہت دن ہو گئے ہیں۔ آج سُنے بغیر نہ جانے دُوں گا۔''

''جناب آپ کو گانے کی سُوجھی ہے۔ اور یہاں امیر حمزہ کی جان خطرے میں پڑی ہے۔'' عمرو نے منہ بنا کر کہا۔

یہ سنتے ہی لندھور کھانا پینا بُھول گیا اور حیرت سے کہنے لگا۔

''کیا کہتے ہو؟ امیر حمزہ کی جان کو کس سے خطرہ ہے؟ فوراً مجھے بتاؤ تا کہ ابھی جا کر اُس کو تہس نہس کروں۔''

تب عمرو نے شہزادی مہر نگار اور شہزادہ اولادمرزبان کی شادی کا سارا قصہ لندھور کو کہہ سنایا۔

اِب تو لندھور میں صبر کی تاب نہ رہی۔ اپنا فولادی گُرز اُٹھا کر لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو گیا مگر عمرو نے سمجھایا کہ اس وقت جانا ٹھیک نہیں ہے۔ کل صُبح چلیں گے۔ اِتنے میں عادی پہلوان اور مُقبل وفادار بھی آ پہنچے۔ عمرو نے اُنھیں بھی تمام حالات سے باخبر کیا۔ عادی پہلوان دِل میں خُوش ہُوا کہ کل شہزادہ

www.pdfbooksfree.pk

مرزبان کی شادی ہورہی ہے۔ اُس نے طرح طرح کے کھانے پکائے ہوں گے۔ لندھور اور مُقبل تو لڑنے بھڑنے میں لگے رہیں گے اور میں دیگوں کا صفایا کروں گا۔

اگلے روز صبح سویرے لندھور نے گرز سنبھالا، عادی پہلوان نے گلے میں بڑا سا ڈھول ڈالا۔ مُقبل وفادار نے نفیری لی اور خود عمرو ایک خوب صورت نوجوان کی شکل بن کر پٹا ہلانے لگا۔ اُس نے لندھور کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ شہزادہ مرزبان کو زندہ پکڑنا ہے۔

جب یہ چاروں شہزادے کے لشکر میں آئے تو وہاں شادی کا ہنگامہ برپا تھا۔ ایک عظیم الشان خیمے کے اندر شہزادہ مرزبان دُولہا بنا بیٹھا تھا۔ اُس نے جب نجومی کے چاروں بیٹوں کے آنے کا حال سُنا تو فوراً اپنے حضور میں طلب کیا۔ عمرو نے پٹے بازی کے کمالات دِکھائے۔ پھر عادی نے ڈھول بجایا اور مُقبل وفادار نے نفیری۔ آخر میں لندھور نے اپنا فولادی گرز گھمانا شروع کیا۔ اُس کی آواز ایسی تھی کہ خیمہ کانپنے ر لوگ دہشت زدہ ہو کر چیخنے چلانے لگے۔ شہزادہ اولادِ مرزبان کی بھی گھگھی بندھ گئی۔ اُس نے اِشارے سے کہا کہ گرز گھمانا بند کرو۔ مگر اُسی وقت لندھور نے خیمے کی بلّیوں اور بانسوں پر گرز دے مارا اور خیمہ دھڑام سے گر گیا۔ اِس کے بعد لندھور نے ایک زبردست نعرہ مارا اور کہا۔

”جو مجھ کو جانتا ہے وہ بھی سُن لے اور جو نہیں جانتا وہ بھی جان لے کہ میرا نام لندھور ہے اور میں ہندوستان کا بادشاہ ہوں۔“

یہ سُننا تھا کہ شہزادہ مرزبان کے تمام ساتھی بھاگ نکلے اور کسی نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا کہ باقی بدنصیبوں پر کیا گزری۔ شہزادی مہر نگار کی حفاظت کرنے والے بارہ ہزار سپاہیوں کو عمرو نے روک دیا اور کہا کہ ہم امیر حمزہ کی طرف سے آئے ہیں۔ وہ زندہ سلامت ہیں۔ یہ سُن کر وہ سپاہی بھی مرزبان کی فوج پر پل پڑے اور مار مار کر اُن کا بُرا حال کر دیا۔

عادی پہلوان کا خیال ٹھیک نکلا۔ بہت سے باورچی ایک طرف قورمے اور پلاؤ کی دیگیں پکا رہے تھے۔ عادی نے سب کو بھگایا اور

www.pdfbooksfree.pk

کھانے کے لیے بیٹھنے ہی والا تھا کہ اُس نے شہزادہ مرزبان کو ایک طرف چھپتے ہوئے دیکھ لیا۔ اُسی وقت اپنا ڈھول اُس کے سر اِس زور سے مارا کہ ڈھول کی جھلّی پھٹ گئی اور شہزادہ ڈھول میں بند ہو گیا۔ عادی نے اس ڈھول کو اپنے گھٹنے تلے دبایا اور پلاؤ پر ہاتھ صاف کرنے لگا۔

اُدھر عمرو عیار کو شہزادہ کی تلاش تھی۔ لیکن اُس کا کہیں پتا نہ ملتا تھا۔ وہ اُسے ڈھونڈتا ڈھونڈتا عادی کی طرف آیا۔ وہ اطمینان سے پلاؤ کھا رہا تھا۔ اور چبائی ہوئی ہڈیوں کا ایک اُونچا ڈھیر اُس کے آگے لگ گیا تھا۔ عمرو کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اُس نے کہا۔

''ہم تو اپنی جان ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں۔ اور تجھے پیٹ کا دوزخ بھرنے کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ کیا پہلوان ایسے ہی بزدل ہوتے ہیں؟''

''اچھا، اچھا سن لیا۔'' عادی نے کہا۔'' آخر تم چاہتے کیا ہو؟''

''چاہتا ہوں اپنا سر۔'' عمرو نے جل کر ایک دوہتڑ عادی کے سر پر مارا اور کہا۔'' اتنی دیر سے اولاد مرزبان کو تلاش کر رہا ہوں مگر اُس کا کہیں پتا نہیں۔ معلوم ہوتا ہے آنکھوں میں ڈھول جھونک کر بھاگ گیا۔''

یہ سُن کر عادی ہنسا اور ایک بڑی سی بُھنی ہوئی ران چباتے ہوئے بولا۔

''اِس ڈھول کے اندر جھانک کر دیکھو۔ شاید اولاد مرزبان کا پتا ملے۔''

عمرو نے ڈھول میں جھانکا تو اولاد مرزبان چوہے کی طرح دبکا بیٹھا تھا۔ گردن سے پکڑ کر باہر نکالا اور اُسی وقت رسّیوں سے جکڑ دیا۔ پھر عمرو نے شہزادی مہر نگار کو خوش خبری دی کہ مرزبان پکڑا گیا ہے۔

اِس کام سے فارغ ہو کر عمرو امیر حمزہ کے پاس گیا۔ اُنھیں اب تک کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ عمرو نے سارا قصہ سُنایا تو امیر نے خوش ہو کر اُس کو گلے لگا لیا اور کہا کہ تم نے دوستی کا حق ادا کر دیا۔ پھر اُنھوں نے سلطان بخت مغربی کو بُلایا اور حکم دیا۔

☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk

قطرہ قطرہ دریا

نازیہ انور شہزاد

یہ چار کمروں اور بڑے سے صحن والا ایک گھر ہے۔ یہاں جہاں آرا بیگم اپنے دو بیٹوں اور ان کے بیوی بچوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ بڑے بیٹے فرقان اپنی بیوی اور دو پیاری سے جڑواں بیٹیوں کے ساتھ اوپر کی منزل میں رہتے ہیں۔ فراز اپنی بیوی شائستہ اور تین بیٹوں شجاع، دانش اور بلال کے ہمراہ رہتے تھے۔ جہاں آرا بیگم نیچے ہی رہتی تھیں۔ عرصہ ہوا دانش کے فوجی دادا دوران جنگ شہید ہو چکے تھے۔ دادی جہاں آرا بیگم بڑے فخر سے بتاتی تھیں کہ میں ایک شہید کی بیوہ ہوں۔ انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کو مرحوم شوہر کی خواہش پر فوج میں ہی بھرتی کرایا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ زندگی ایک ہی بار ملتی ہے۔ اگر اسے اللہ کی راہ میں قربان کر دیا جائے تو اس سے بڑھ کر خوش نصیبی کیا ہوگی۔

ایک دن شجاع اور بلال اسکول سے گھر آئے تو ان دونوں کے منہ پھولے ہوئے تھے۔ شائستہ بیگم نے آگے بڑھ کر پوچھا: ''کیا ہوا؟ کیا اسکول سے مار کھا کر آ رہے ہو؟''

شجاع بولا: ''امی جان! آپ دانش کو سمجھا کر اسکول بھیجا کریں۔ وہ روزانہ ہماری بے عزتی کرا دیتا ہے۔'' بلال نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

امی نے پوچھا: ''مگر ہوا کیا ہے۔ اور دانش کہاں ہے؟''

شجاع نے بتایا: ''صبح جب ہم اسکول پہنچے تو گیٹ کے پاس ایک میلی کچیلی سی بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے کپڑے بھی گندے اور بدبودار تھے دانش نے اسے دیکھا تو فوراً اپنا لنچ بکس نکالا اور اس بڑھیا کے حوالے کر دیا۔ سارے بچے اس پر ہنس رہے تھے۔ سب نے دانش کا خوب مذاق اڑایا، جس کی وجہ سے ہم بھی شرمندہ ہوئے۔

شائستہ بیگم کو بھی غصہ آ گیا اور وہ

www.pdfbooksfree.pk

بولیں: ''آنے دو ذرا اسے۔ اس کے تو میں خوب کان کھینچوں گی۔ چلو، تم دونوں کپڑے بدلو۔ میں کھانا لگا رہی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ کچن میں چلی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد دانش گھر گیا۔

بلال نے اونچی آواز میں کہا:

''آ گئے لاٹ صاحب!''

شائستہ بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے ہی دانش سے پوچھا: ''کیوں بھئی، یہ کیا سن رہی ہوں میں۔ تمہیں ہماری عزت کا ذرا احساس نہیں ہے۔ اتنے مہنگے اسکول میں تمہیں پڑھانے کا کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں؟''

دانش حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا:

''مگر میں نے کیا کیا ہے امی جان؟''

شجاع نے طنزیہ انداز میں کہا:

''معصوم تو ایسے بن رہے ہو جیسے تم نے کچھ کیا ہی نہ ہو۔''

دانش سمجھ گیا کہ صبح والی بات یہاں بھی پہنچ گئی ہے۔ اس نے کہا: ''او ہو امی میں نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا۔ کسی مجبور کی تھوڑی بہت مدد کرنے سے ہمارا کیا جاتا ہے؟''

شائستہ بیگم نے تنک کر کہا: ''لیکن خود تو بھوکے رہے نا۔''

''میں نے جو کیا وہ صحیح کیا ہے۔''

یہ کہہ کر دانش اپنے کمرے میں چلا گیا۔

دانش نے احتجاجاً دوپہر کا کھانا نہیں کھایا۔ جب لاکھ کہنے پر بھی وہ رات کے کھانے کے لیے نہیں آیا تو جہاں آرا بیگم نے سب کو ڈانٹا کہ کیوں دانش کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ پھر خود جا کر اسے اپنے ہاتھوں سے نوالے بنا بنا کر کھانا کھلایا۔ کھانا کھا کر دانش دادی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ دادی پیار سے اس کا سر سہلانے لگیں۔ دانش نے پوچھا: ''دادی! کیا ضرورت مندوں کی مدد کرنا بری بات ہے؟''

دادی نے اس کی پیشانی چوم لی اور بولیں: ''نہیں میرے بچے! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تم بہت اچھا کرتے ہو، جو دوسروں کے کام آتے ہو۔ تم کسی کی پروا مت کرو۔ لوگ تو پتا نہیں کیا کیا کہتے رہتے ہیں۔''

دادی کے سمجھانے پر دانش پرسکون ہو گیا۔ وہ بچپن سے ہی ایسا تھا۔ ہر کسی کے کام آ کر اسے بڑا سکون ملتا تھا، مگر اس کے دونوں

www.pdfbooksfree.pk

بیت بازی

بارے دنیا میں رہو غم زدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

شاعر: میر تقی میر — پسند: عائشہ خالد' کراچی

ناکام نہ ہے تو کیا ہے کچھ کام پھر بھی کر جا
مردانہ وار جی اور مردانہ وار مر جا

شاعر: شوکت علی خاں فانی بدایونی — پسند: محمد توصیف

خدا کرے کہ میری ارضِ پاک پر اترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو

شاعر: احمد ندیم قاسمی — پسند: شگفتہ رشید' بوریوالہ

میں جانتا ہوں اسے جانے کتنی مدت سے
یہ اور بات ہے کہ اس شخص سے ملا بھی نہیں

شاعر: احمد فراز — پسند: طارق کمال' نارتھ کراچی

میں نے چاہا اس کو بھول جاؤں قتیل
حوصلے اپنی جگہ ہیں' بے بسی اپنی جگہ

شاعر: قتیل شفائی — پسند: حافظ خوشبخت منظور' ملتان

کل جو مشہور تھے حکیم سعید
آج وہ ہوگئے حکیم شہید

شاعر: انور شعور — پسند: آصف شہزاد' کراچی

آثار ان میں کوئی روشنی یارب
کہ لوگ تھک گئے ظلمت سے اب بہلتے ہوئے

شاعر: عبید اللہ علیم — پسند: مرین' کاشان علی' کراچی

سچے لفظوں کی کرامت ہے یہی
جا کے وہ دل پہ اثر کرتے ہیں

شاعر: سہیل غازی پوری — پسند: عرشیہ احسان عادل' کراچی

اسی خیال میں گزری ہے شامِ درد اکثر
کہ درد حد سے بڑھے گا تو مسکرا دوں گا

شاعر: محسن نقوی — پسند: حمیرا' سمیرا' نازش' کراچی

معلوم نہیں کتنے گھروں میں ہے اندھیرا
کیوں شہر میں ہے جشنِ طرب پوچھ رہے ہو

شاعر: ضیغم حیدری — پسند: روبینہ، نعیمہ، ثمینہ، کراچی

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

شاعر: قابل اجمیری — پسند: محمد خرم خانزادہ' دولت پور

راہبر سو گئے' ہم سفر سو گئے
کون جاگے گا ہم بھی اگر سو گئے

شاعر: اعجاز رحمانی — پسند: حرا سلیم' بلال ٹاؤن

عمر کتابوں کی مخمور رہوا ہے ہم سے
ہم نہ رہیں گے' حرف ہمارا رہ جائے گا

شاعر: مخمور سعیدی — پسند: محمد شعیب ذوالفقاری

کس پہ الزام دھروں' کس کو میں قاتل ٹھیراؤں
میری بستی کے سب لوگ ہیں پیارے میرے

شاعر: اخلاق اختر حمیدی — پسند: محمد علی علینہ' رحیم یار خاں

مجھ سے آگے ہیں مرے ساتھ نکلنے والے
اک یہی بات مجھے گرمِ سفر رکھتی ہے

شاعر: ظفر اقبال — پسند: مہوش فاطمہ' کراچی

www.pdfbooksfree.pk

بھائی اس بات پر اسے امی سے ڈانٹ پڑواتے تھے، مگر وہ پھر بھی باز نہیں آتا۔ اسی طرح دوسروں کی مدد کرتے اور تعلیمی میدان میں کامیابی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے دانش جوان ہو گیا۔ اس کے والد ریٹائر ہو چکے تھے۔ دانش کی عادتیں اور مزاج اب بھی ویسا ہی تھا۔

شجاع، بلال اور دانش نے اپنی اپنی تعلیم مکمل کر لی تھی اور اب وہ اچھی نوکری کی تلاش میں تھے۔ شجاع اور بلال کو اپنی تعلیم پر بہت غرور تھا، اسی وجہ سے وہ چھوٹی موٹی نوکریاں خاطر میں نہیں لاتے تھے، جب کہ دانش کا نظریہ مختلف تھا۔ وہ کہتا تھا شروعات ہمیشہ تھوڑے سے ہوتی ہے۔ انسان زینہ بہ زینہ چڑھ کر ہی اوپر پہنچتا ہے اور جو لوگ ایک چھلانگ میں اوپر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

دانش کے والد کو ریٹائرمنٹ پر جو روپے ملے تھے وہ سب دادی کی بیماری پر خرچ ہو گئے، جس کی وجہ سے وہ کوئی کاروبار بھی نہیں کر سکے تھے۔ گھر میں مالی تنگی ہونے لگی، تب ایک دن دانش نے کہا: ''امی جان! اگر آپ اجازت دیں تو میں ٹیکسی چلا لوں؟ میرے ایک دوست کے پاس ٹیکسی ہے۔ میں اس سے ٹیکسی لے کر چلا لوں گا۔''

شجاع نے تیز آواز میں کہا: ''کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے ہی تمہاری وجہ سے ہمیں اتنی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے اور اب تم ڈرائیوری کر کے خاندان میں ہماری ناک کٹواؤ گے۔''

بلال نے بھی شجاع کی تائید کی۔ بلال کی امی بے بسی سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔ کہتی تو کیا کہتیں، کیوں کہ یہ سب انہی کی تربیت کا نتیجہ تھا۔

کچھ دن اور گزر گئے۔ دانش، شجاع اور بلال روزانہ نوکری کی تلاش میں جاتے، مگر مایوس لوٹ آتے۔ آ کر نوبت یہاں تک آ گئی کہ ایک وقت دال پکتی تو دو وقت چلانی پڑتی۔ آخر ایک دن شائستہ بیگم بے بسی کے عالم میں فراز صاحب کے سامنے رو پڑیں: ''میں کیا کروں، کہاں سے پکاؤں؟ اب تک تو میں نے اپنا زیور وغیرہ بیچ کر گھر چلایا، مگر اب تو ذرا بھی پیسے نہیں ہیں۔''

ان کی باتوں سے فراز صاحب بھی

www.pdfbooksfree.pk

دُکھی ہوگئے اور بولے: ''بیگم! سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے گھر کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔ اب تو کسی سے ادھار مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔''

وہ دونوں اس بات سے بے خبر تھے کہ دانش ان کی باتیں سن رہا ہے۔ اچانک دانش نے ایک فیصلہ کیا اور باہر نکل گیا۔ رات کے ایک بجے گھر لوٹا تو فراز صاحب اور شائستہ بیگم نے اسے خوب ڈانٹا۔ شجاع اور بلال بھی باتیں سنا رہے تھے کہ ہم نوکریاں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں اور یہ صاحب آوارہ گردی کررہے ہیں۔

دانش نے چپ چاپ سب کی باتیں سنیں اور پھر جیب میں سے سوسو کے تین نوٹ نکال کر ماں کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ وہ سب حیران رہ گئے کہ اس کے پاس پیسے کہاں سے آئے، کیوں کہ وہ تو بس کے کرائے کے لیے بھی ماں سے پیسے مانگتا تھا۔ شائستہ بیگم نے شک بھری نظروں سے اسے گھورتے ہوئے کہا: ''کہاں سے آئے یہ نوٹ، کہیں چوری تو نہیں کی؟''

دانش نے سعادت مندی سے سر جھکا کر کہا: ''امی جان! یہ پیسے میری حلال کی کمائی کے ہیں۔ میں نے ٹیکسی چلا کر یہ پیسے کمائے ہیں اور جب تک مجھے کوئی نوکری نہیں مل جاتی میں یہ کام کرتا رہوں گا، کیوں کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم محنت کو پسند فرماتے تھے۔''

فراز صاحب نے آگے بڑھ کر دانش کو گلے سے لگالیا اور کہا: ''مجھے فخر ہے تم پر۔ اللہ تمہارے جیسی اولاد سب کو دے۔''

شجاع اور بلال شرمندہ ہوگئے۔ آج انہیں اپنی غلط سوچ کا بہت احساس ہوا۔ گھر میں اتنی تنگی ہوگئی، مگر بہترین کی تلاش میں وہ بہتر کو بھی چھوڑتے چلے گئے۔ اگر وہ کوئی چھوٹی موٹی نوکری بھی کرلیتے تو کم از کم آج ان کے پاس تجربہ تو ہوتا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد بلال اور شجاع نے بھی مناسب سی نوکریاں تلاش کرلیں۔ پھر ایسا وقت بھی آ گیا کہ اپنے ماں باپ کی دعاؤں کی طفیل وہ ترقی کے زینے چڑھتے چلے گئے۔ دیر سے ہی صحیح، مگر ان کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ قطرہ قطرہ کر کے دریا بھی بن سکتا ہے۔

☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk

مغرور شہزادی

فرزانہ ارشد

ایک تھا شہزادہ، وہ صرف نام کا شہزادہ تھا۔ اس کے پاس دھن دولت کچھ نہیں تھی۔ اس کا باپ ایک بہت مشہور بادشاہ تھا لیکن اسے جوا کھیلنے کی بری عادت تھی۔ وہ اپنی ساری دولت، یہاں تک کہ اپنا ملک بھی جوئے کی نذر کر چکا تھا۔ اس کے باپ نے مرتے وقت اسے بلا کر کہا ''بیٹا! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے لئے اس محل کے سوا کچھ چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں مگر مجھے تمہاری ذہانت اور ہنر مندی پر پورا بھروسہ ہے کہ تم ایک دن پھر اپنا کھویا ہوا ملک اور تخت و تاج دوبارہ حاصل کر لو گے۔''

بادشاہ کے مرنے کے بعد رہی سہی دولت بھی بادشاہ کے قرضوں کی ادئیگی میں ختم ہو گئی۔ شہزادے کے پاس اب کچھ بھی باقی نہ رہا تھا۔ شہزادہ ایک بہادر اور ہنر مند نوجوان تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے طرح طرح کی عجیب و غریب چیزیں بنا لیتا تھا۔ اس کے باغ میں ایک گلاب کا پودا تھا۔ اس پودے میں پانچ برس میں صرف ایک ہی پھول کھلتا تھا۔ اس پھول کی خصوصیت یہ تھی کہ اسے ہر ایک پسند کرتا تھا۔ اس کی خوشبو پا کر پرستان کی پریاں وہاں آجاتی تھیں۔ گلاب کے اس پھول کو جو ایک بار سونگھ لیتا تھا اس کی ساری بیماریاں دور ہو جاتیں تھیں۔ وہ عجیب و غریب پھول پودے پر چھ مہینے تک کھلا رہتا تھا۔ جب تک وہ پھول کھلا رہتا، اس ملک کے لوگ خوش و خرم رہتے، کسی کو غریبی میں بیماری یا موت کا دکھ نہ اٹھانا پڑتا تھا۔ ایک بڑی عجیب بات یہ تھی کہ پھول کو بادشاہ یا شہزادے کے علاوہ اور کوئی نہیں توڑ سکتا تھا۔

دوسری انوکھی اور عجیب و غریب چیز ایک پیاری ننھی سی بلبل تھی۔ گلاب کا پھول شاخ پر رہتا تو بلبل اس کے پاس بیٹھی نت نئے رسیلے گیت گاتی رہتی۔ اس بلبل کا گانا اتنا

www.pdfbooksfree.pk

www.pdfbooksfree.pk

میٹھا اور دلکش ہوتا کہ پریاں بھی اس پر رشک کرتیں اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ جو ایک بار بلبل کا گانا سن لیتا وہ کبھی کسی سے جھنجلا کر نہ بولتا تھا۔ شہزادے کے پڑوسی بادشاہ کے پاس دھن دولت کی کمی نہ تھی۔ اس کی ایک بیٹی تھی جو بہت خوبصورت تھی لیکن بڑی مغرور اور ضدی تھی۔ اس نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ جو اس کیلئے سب سے انمول تحفے لائے گا وہ اس کے ساتھ شادی کرے گی۔ بڑے بڑے شہزادے طرح طرح کے تحفے لے کر آئے۔ کوئی انمول ہیرا لایا تو کوئی کبوتر کے انڈوں کے برابر سچے موتیوں کا ہار، کوئی سات سمندر پار سے جہاز بھر کے ریشم کے تھان لے کر حاضر ہوا تو کوئی کچھ اور بیش قیمت تحفہ شہزادی کے لئے لایا۔ شہزادی نے ان تمام شہزادوں سے تحفے تو لے لئے لیکن وہ شادی کے لئے تیار نہ ہوئی۔ اتنے قیمتی تحفے پا کر وہ لالچی ہو گئی تھی۔

غریب شہزادے کے کانوں تک بھی پڑوسی ملک کے بادشاہ کی بیٹی کی یہ بات پہنچی۔ اس کے پاس اتنی دولت تو نہیں تھی کہ وہ شہزادی کے لئے کوئی قیمتی چیز خریدتا، پھر بھی اس نے اپنی قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا۔ اگلی بار جب اس کے باغ کا وہ انوکھا پھول کھلا تو اس نے گلاب کے پھول کو توڑ کر ایک پیالے میں رکھ لیا اور بلبل کو پکڑ کر چاندی کے پنجرے میں بند کر دیا۔ اس کے بعد غریب شہزادے نے اپنے سب سے قیمتی کپڑے پہنے، کمر میں تلوار لٹکائی اور یہ دونوں تحفے لے کر چند نوکروں کے ساتھ وہ ہمسایہ ملک کی شہزادی سے ملنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

چند دن کے سفر کے بعد وہ شہزادی کے ملک میں پہنچا۔ شہزادی کو خبر ملی تو اس نے شہزادے کو شاہی محل کے اندر بلوایا۔ شہزادے کے ہاتھ میں کھلا ہوا سرخ پھول دیکھ کر شہزادی بولی "یہ پھول کس چیز کا بنا ہوا ہے؟ کیا یہ کسی یاقوت کو تراش کر بنایا گیا ہے؟" "اس پھول کی خوشبو سے تمہارا سارا محل مہک اٹھا ہے" شہزادے نے کہا "پھر بھی آپ ایسا سوال کر رہی ہیں، کیا یاقوت کے بنے ہوئے پھول سے خوشبو آ سکتی ہے" شہزادی چپ رہی۔

www.pdfbooksfree.pk

اسے اپنی کنیزوں پر بہت غصہ آرہا تھا۔ کیونکہ وہ پھول کو گھیرے کھڑی تھیں اور اس کی خوشبو سے مست ہو رہی تھیں۔ شہزادی نے بڑی نفرت اور حقارت سے کہا ''مجھے ایسے دو کوڑی کے پھول کی ضرورت نہیں، ایسے پھول تو میرے محل کے باغیچے میں روزانہ بے شمار کھلتے ہیں، لے جاؤ اسے۔۔۔۔!'' شہزادے نے یہ چاہا کہ ''شہزادی ایک بار گلاب کو قریب سے سونگھ لے تاکہ اس کا مزاج ٹھیک ٹھیک ہو جائے لیکن اس نے شہزادے کی اس کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا ''ہم جھوٹا پھول سونگھنے کے عادی نہیں ہیں اور کوئی چیز ہو تو دکھاؤ'' شہزادی بولی۔ شہزادے نے غصے کو ضبط کرتے ہوئے بلبل کا پنجرہ پیش کیا۔ شہزادی نے پوچھا ''کیا یہ بلبل کسی انمول پتھر کی بنی ہوئی ہے؟'' کیا اس کی آنکھیں نیلم کی ہیں؟'' شہزادے نے کہا '' شہزادی صاحبہ! یہ بلبل دنیا کے تمام قیمتی ہیروں سے زیادہ بیش قیمت ہے۔ اس کے گیت سننے کے لئے پرستان سے پریاں آتی ہیں'' شہزادی نے غصے سے کہا ''ایسی بلبلوں کی ہمارے باغ میں کیا کمی؟ تمہیں ایسی چیزیں میرے پاس نہیں لانا چاہئیں تھیں، یہ چیزیں لے جاؤ۔ تم اپنے آپ کو شہزادہ کہتے ہو اور مجھے ایسا نظر آتا ہے جیسے کوئی معمولی آدمی شہزادے کا بھیس بدل کر آگیا ہو'' شہزادے نے پھر بڑے نرم اور آہستہ لہجے میں کہا ''دنیا میں آج تک کسی نے اس بلبل اور اس گلاب کو دو کوڑی کی چیزیں نہیں کہا، خیر آپ کی مرضی'' اتنا کہہ کر شہزادہ وہاں سے لوٹ آیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ شہزادی کے مزاج درست کر کے ہی دم لے گا۔ کچھ دن بعد ایک غریب لڑکا شہزادی کے اصطبل میں گھوڑوں کی دیکھ بھال کے لئے ملازم ہوا۔ لڑکا دیکھنے میں اچھا، کام میں ہوشیار اور مزاج کا بڑا اچھا تھا۔ سب لوگ اس کی تعریفیں کرتے۔ ایک اور خاص بات یہ تھی کہ اپنے کام سے فارغ ہو کر وہ لڑکا بیکار نہیں بیٹھتا تھا۔ طرح طرح کی چیزیں اور کھلونے بنایا کرتا تھا۔

ایک دن شہزادی اپنی سہیلیوں کے ساتھ اپنی پسند کا گھوڑا لینے کے لئے اصطبل

www.pdfbooksfree.pk

میں آئی۔ اصطبل میں پہنچ کر اس نے سنا کہ کہیں سے گانے کی آواز آرہی ہے، ساتھ ہی گھنگھروں کی چھن چھن بھی۔ شہزادی بہت حیران ہوئی۔ گھوڑے کی بات تو وہ بھول گئی اور گانے والے کو تلاش کرنے لگی۔ شہزادی گھومتی ہوئی اس کونے میں جا پہنچی جہاں ایک انگیٹھی پر ایک دیگچی رکھی تھی، دیگچی کے گلے میں گھنگھرو بندھے ہوئے تھے، وہ گانے کے ساتھ بج رہے تھے۔ شہزادی نے پوچھا "یہ کس کی دیگچی ہے"، تبھی اصطبل میں کام کرنے والا نیا لڑکا نکل آیا۔ اس نے کہا "یہ دیگچی میری ہے" شہزادی نے اس سے پوچھا "کیا یہ ہمیشہ اسی طرح گاتی ہے" لڑکے نے جواب دیا۔ "یہ تمہیں کہاں سے ملی؟" شہزادی نے حیرت سے پوچھا۔ "ایک جادوگر نے میرے دادا کو دی تھی" لڑکے نے جواب دیا۔ "یہ دیگچی تم مجھے دے دو، میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گی" شہزادی نے کہا۔ "لڑکے نے پہلے تو بہت انکار کیا لیکن شہزادی نے جب بہت اصرار کیا تو اس نے کہا "ایک شرط پر میں آپ کو یہ دیگچی دے سکتا ہوں، شرط یہ ہے کہ اس میں جو کھچڑی پک رہی ہے وہ آپ کو میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا ہوگی۔"

شہزادی دیگچی حاصل کرنے کے لئے بہت بے چین تھی، وہ راضی ہوگئی۔ اس نے اپنی [illegible] باہر کھڑا کیا اور لڑکے کے ساتھ بیٹھ کر کھچڑی کھائی۔ چلتے وقت لڑکے نے دیگچی شہزادی کو دے دی۔ کچھ دنوں بعد شہزادی ایک دن پھر اس اصطبل میں گئی۔ اس نے دیکھا کہ لکڑی کا بنا ہوا ایک چھوٹا سا گھوڑا باہر رکھا ہے۔ گھوڑا بہت ہی خوبصورت تھا، لڑکا گھوڑے کے پاس بیٹھا اسے سجا رہا تھا۔ شہزادی نے کہا "آہا کتنا پیارا گھوڑا ہے! کیا اس میں کوئی خوبی ہے؟" "جی ہاں دیکھئے!" لڑکے نے کہا اور گھوڑے کی ایک کل دبائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے گھوڑا ہوا میں اڑنے لگا۔ اچھی خاصی اونچائی پر پہنچ کر وہ تھوڑی دیر بعد نیچے آگیا۔ اس بار لڑکے نے ایک دوسری کل دبائی تو گھوڑے کے منہ سے اشرفیاں جھڑنے لگیں۔ شہزادی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ مچل گئی۔ اس نے

www.pdfbooksfree.pk

کہا "مجھے یہ گھوڑا چاہئے۔ آپ اس کی جو قیمت چاہیں مجھ سے لے لیں۔" لڑکے نے کہا "میں اسے صرف ایک ہی شرط پر دے سکتا ہوں۔ آپ شاہی محل میں میری دعوت کریں، میں آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔ کھانے کے بعد میں لیٹ جاؤں گا تو آپ میرے سر میں تیل ڈال کر مالش کریں گی۔

شہزادی کسی سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے کبھی یہ سوچا ہی نہ تھا کہ اس کے پاس ایسی عجیب و غریب چیزیں جمع ہوں گی اور انہیں حاصل کرنے کے لئے اسے عجیب و غریب شرطیں ماننا پڑیں گی۔ اس نے آخر کار لڑکے کی یہ شرط بھی مان لی۔ شہزادی نے اپنی کنیزوں کو حکم دیا کہ وہ محل کے دروازے پر کھڑے رہیں اور جیسے ہی بادشاہ سلامت اس طرف آئیں وہ فوراً اسے خبر کر دیں۔ لڑکا شہزادی کے محل میں گیا۔ کھانے کے بعد وہ شہزادی کے مخملی بچھونے پر لیٹ گیا۔ شہزادی اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کے سر میں تیل کی مالش کرنے لگی۔ اتنے میں ایک کنیز دوڑتی ہوئی آئی۔ اس نے خبر دی کہ بادشاہ سلامت اس طرف آ رہے ہیں۔ شہزادی ڈر گئی۔ اس نے لڑکے سے کہا کہ وہ کہیں چھپ جائے لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

اتنے میں بادشاہ اندر آ گیا۔ اس نے اصطبل کے لڑکے کو شہزادی کے کمرے میں دیکھا تو مارے غصے کے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے اسی وقت دونوں کو محل سے نکال دیا۔

بادشاہ کو اس بات پر غصہ تھا کہ شہزادی نے بڑے بڑے ملکوں کے شہزادوں کو تو منہ نہیں لگایا اور ایک معمولی ملازم کے سر میں تیل لگا رہی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ شہزادی اس صورتحال سے سخت پریشان تھی کہ یہ اس سے کیا ہوا، خیر وہ شہزادے کے ساتھ چل دی۔ شہزادے نے چلتے ہوئے وہ پھول اور بلبل کو بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا اور پھر وہ چلتے چلتے ایک ندی کے کنارے پہنچے اور شہزادی ایک درخت کے نیچے آرام کرنے لگی اور پھر اچانک شہزادے نے ایک ڈبیہ میں سے پھول نکالا تو

www.pdfbooksfree.pk

اس کی مہک سے بلبل سرور میں آ گئی اور گانے لگی۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ندی کے پانی میں سے جل پریوں کی رانی نے سر باہر نکالا اور بولی ''اے شہزادے، میری بیٹی ایک لمبے عرصے سے بیمار ہے۔ مجھے سیانوں سے پتہ چلا تھا کہ ایک شہزادہ ندی کنارے آئے گا۔ اس کے پاس طلسمی پھول ہے جس کی خوشبو سے شزادی کی بیماری جاتی رہے گی۔ اگر تم مجھے تھوڑی دیر کے لئے پھول دے دو تو میں تمہیں ایسے موتیوں کی مالا دوں گی کہ دنیا میں کسی کے پاس ایسے موتی نہ ہوں گے'' شہزادے نے پھول جل پریوں کی رانی کو دے دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد جل پریوں کی رانی واپس آ گئی اور اس نے وہ پھول شہزادے کو واپس کر دیا، اس کے ساتھ ہی موتیوں کی مالا بھی دی جسے دیکھ کر شیزادی کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہو گئی۔ اب یہ لوگ ندی کے کنارے کنارے آگے بڑھے اور چلتے چلتے تھک گئے تو ایک بڑ کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ یہاں جنات کی بستی تھی۔ یہاں بھی شہزادے نے پھول نکالا تو بلبل مست ہو کر گانا گانے لگی کہ اچانک وہاں ایک نہایت ہی خوفناک جن نمودار ہوا جسے دیکھتے ہی شہزادہ اور شہزادی بے حد خوف زدہ ہو گئے۔ جن نے کہا ''شہزادے خوف زدہ نہ ہو، میں عرصہ سے تیرا انتظار کر رہا ہوں، میری بیٹی کو ایک عرصہ ہوا، اداس اداس رہتی ہے کسی بھی طرح اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں آتی، مجھے ایک جن نجومی نے بتایا تھا کہ اس پیٹر کے نیچے ایک شہزادہ آ کر ٹھہرے گا اس کے پاس گانے والی بلبل ہے، شہزادی اگر اس بلبل کا گانا سنے گی تو خوش ہو جائے گی، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے پاس وہ بلبل ہے اگر تم اسے ایک دن کے لئے مجھے دے دو تو میں تمہیں ایسے نایاب تحفے دوں گا جو کسی بادشاہ کے پاس بھی نہ ہوں گے'' شہزادے نے جنوں کے بادشاہ کو وہ دونوں چیزیں دے دیں۔ اب تک تو شہزادے اور شہزادی میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ شہزادی نے شہزادے کو پھول اور بلبل کی وجہ سے پہچان لیا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ وہی شہزادہ ہے، اس نے

www.pdfbooksfree.pk

غریب آدمی کا بہروپ بدلا ہوا ہے اور اب تو شہزادے کے پاس ایسے موتیوں کی مالا تھی جس کی قیمت کوئی بادشاہ بھی نہیں دے سکتا تھا۔ یہ دونوں اس درخت کی ٹھنڈی چھاؤں کے نیچے شام تک بیٹھے رہے۔ شام ہوئی تو جنوں کا بادشاہ نمودار ہوا۔ [illegible] تھا۔ اس نے شہزادے کی [illegible] کہا "اے شہزادے میں جانتا ہوں کہ تم ایک شہزادے ہو تمہارے باپ نے اپنی حماقت سے بادشاہی کھودی، میں تمہیں کچھ ایسے تحفے دیتا ہوں اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتاتا ہوں کہ تمہارے دادا نے شاہی باغ کے فوارے کے نیچے ایک بہت بڑا خزانہ دفن کیا ہوا ہے، تم جا کر اس کو نکالو اور عیش و آرام کی زندگی بسر کرو" جنوں کے بادشاہ نے شہزادے کو سرخ لعلوں کا ہار دیا جس میں بیس ہیرے لگے ہوئے تھے پھر شہزادہ اپنے ملک گیا اور اس نے وہ خزانہ حاصل کر لیا۔ پھر ایک دن شہزادی کو گھر میں چھوڑ کر شہزادی کے بادشاہ باپ کے پاس گیا۔ شہزادی کے باپ نے اسے پہچان لیا اور اس کے ٹھاٹ باٹھ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ شہزادے نے اس کی خدمت میں موتیوں کی مالا پیش کی تو بادشاہ کو اندازہ ہو گیا کہ یہ شہزادہ تو ایسا تحفہ لایا ہے جو بڑے بڑے بادشاہوں کے خزانے میں بھی نہیں ہے اور پھر بادشاہ نے شہزادی کو بلایا اور اس کی شادی شہزادے کے ساتھ کر دی۔ اب شہزادی میں غرور نہ تھا او یہ لوگ پھر ہنسی خوشی لوٹ آئے اور شہزادہ نے اپنے سسر کے فوج کے ساتھ اپنے ملک پر حملہ کیا جس پر کوے بادشاہ نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس کو فتح کیا اور پھر بڑی سخاوت اور عدل کے ساتھ اپنے ملک پر حکومت کرنے لگا۔

☆☆☆

بنوں عاقل میں

ماہنامہ بچوں کی کہانیاں کراچی

ماسٹر کتاب گھر

شاہی بازار بنوں عاقل سے رابطہ کریں

www.pdfbooksfree.pk

خاص مہمان

انور جان

پرنسپل صاحب کا کمرا طلبہ سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ان میں کچھ لڑکے شور بھی مچا رہے تھے۔ پرنسپل صاحب اتنے سارے لڑکوں کو دیکھ کر پریشان سے ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور میز کے بالکل قریب کھڑے لڑکوں سے مخاطب ہو کر پوچھا: ''ہاں' کہو کیا پریشانی ہے؟''

ان میں سب سے لمبا لڑکا گرج دار آواز میں بولا: ''ہمارے ساتھی کے ساتھ ظلم ہوا ہے۔''

موٹے لڑکے نے بھی تیز آواز نکالی: ''ظلم اور زیادتی ہمیں کسی طور گوارا نہیں سر!''

تیسرا بھلا کیسے خاموش رہتا: ''یہاں کے ٹیچروں کا رویہ ہمارے ساتھ اچھا نہیں رہا۔''

ان کے تیز جملوں کو سن کر دوسرے لڑکوں نے شور مچانے کی کوشش کی۔ ایسے میں پرنسپل صاحب کی آواز کمرے میں گونجی: ''خاموش!'' ان کی آواز کا اتنا اثر ہوا کہ کمرے میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔

''جب تک تم لوگ اپنا مسئلہ بیان نہیں کرو گے اس کا حل کیسے نکلے گا؟'' اس بار پرنسپل صاحب کا لہجہ تبدیل ہو گیا۔ لڑکوں میں پھر کھسر پھسر شروع ہو گئی۔

لمبا لڑکا مہذب انداز میں بولا: ''جناب! ہم دو ہزار روپے ماہانہ فیس ادا کرتے ہیں۔''

موٹے لڑکے نے کہا: ''اور یہ رقم ہم پڑھنے کے لیے ادا کرتے ہیں۔''

تیسرے نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا: ''نہ کہ مار کھانے کے لیے۔''

پرنسپل صاحب نے چونک کر پوچھا: ''تو کس نے مارا ہے' اور کس کو؟''

لمبے لڑکے نے ایک لڑکے کو آگے کرتے ہوئے کہا: ''اسے دیکھیں جناب! یہ پرویز ہے' دسویں جماعت کا طالب علم۔'' پرنسپل صاحب نے اس لڑکے کو دیکھا' جو معصومیت سے گردن

www.pdfbooksfree.pk

☆ عامر کی اچانک نظر قبر کے اندر پڑی ایک کھوپڑی جو اس کو گھور رہی تھی اس کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی سانس رک جائے گی۔

☆ چاروں طرف اندھیرا گھپ چھایا ہوا تھا وہ قبروں کو پھلانگتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ کے اچانک وہ ایک اندھے کنویں کے اندر جا گرا۔

☆ عامر نے اندھے کنویں سے باہر نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے تو اس کا ایک ہاتھ ایک سوراخ پر پڑا اس نے جھانک کر دیکھا تو وہ ایک راستہ تھا وہ اس کے اندر داخل ہو گیا۔

☆ عامر آگے بڑھتا رہا اس کو باہر نکلنے کا راستہ نہ مل رہا تھا۔ اس نے سوچا وہ واپس مڑ جائے کہ اس کو ایک کھڑکی نظر آئی یہاں سے نیلی روشنی آرہی تھی اس نے ایک لڑکی کی لاش کو دیکھا تو چونک گیا جس کے سینے میں چاقو گھسا ہوا تھا وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

☆ پیارے بچوں عامر کو قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا جیسے جیسے آپ ناول پڑھتے جائیں گے۔

آپ کو ایسا محسوس ہوگا جیسے یہ واقعات آپ پر بیت رہے ہیں۔

☆......ایک سنسنی خیز ناول......☆

خلائی لڑکی

اگلے ماہ پڑھنا نہ بھولیے گا۔

(ادارہ)

www.pdfbooksfree.pk

جھکائے کھڑا تھا۔ اس کے گال سرخ ہو رہے تھے' جب کہ قمیص کا اوپری ٹوٹا ہوا بٹن یہ ظاہر کر رہا تھا کہ اسے گریبان سے پکڑ کر کھینچا گیا ہے' لیکن پرنسپل صاحب اس بات سے بے خبر تھے کہ یہ بٹن صرف انہیں دکھانے کے لیے جان بوجھ کر توڑا گیا ہے۔

موٹے لڑکے نے بتایا: ''اسے شاکر سر نے مارا ہے۔''

''شاکر صاحب نے؟ مگر کیوں؟''

وہ لڑکا ہکلاتا ہوا بولا: ''وہ.........وہ جناب! میں نے ہوم ورک نہیں کیا تھا لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ وہ مجھے اس بری طرح ماریں۔''

پرنسپل صاحب نے سر ہلاتے ہوئے کہا: ''مجھے اس واقعے پر بہت افسوس ہے۔'' وہ اس پرائیوٹ اسکول کے منتظم تھے۔ یہاں داخلے کے وقت طالب علم سے ہزار ہا روپے لیے جاتے ہیں۔ جب کہ ماہوار فیس دو ہزار روپے ہے۔ بڑے گھرانوں کے بگڑے ہوئے لڑکوں کے نخرے برداشت کرنا اور ان کی مرضی کے مطابق پڑھانا ہر ٹیچر کی مجبوری تھی۔ جب تمام طالب علم کسی بات پر متحد ہو جاتے تو اسے ٹیچر یا پرنسپل سے منوا کر ہی رہتے۔ اسکول میں چند اچھے طالب بھی موجود تھے جو ٹیچر کی عزت کرتے تھے۔ پرنسپل صاحب نے کہا: ''قصور شاکر صاحب کا ہے۔ اس پر ایکشن ضرور ہوگا۔''

لمبا لڑکا ایک بار پھر غرایا: ''لیکن بند کمرے میں کیا گیا فیصلہ ہمیں قبول نہ ہوگا۔''

پرنسپل صاحب بولے: ''میں ابھی شاکر صاحب کو یہیں بلواتا ہوں۔ صرف تین لڑکے یہاں رہیں' باقی کلاس میں جائیں۔'' ان کی بات سن کر پرویز' لمبے لڑکے اور موٹے لڑکے کے سوا تمام لڑکے چلے گئے۔ پرنسپل صاحب نے چپراسی کے ذریعے سے شاکر صاحب کو بلوا لیا۔ شاکر صاحب کے آتے ہی پرنسپل صاحب تیز لہجے میں بولے: ''مجھے افسوس ہے شاکر! اس اسکول میں پڑھنے والے بچے ہمارے اپنے بچوں کی طرح ہیں' مگر آپ نے ایک بچے کو بے دردی سے مارا۔''

شاکر صاحب نے وضاحت کرنی چاہی: ''سر! وہ دراصل..........''

پرنسپل صاحب نے فوراً فیصلہ سنایا: ''مجھے افسوس ہے شاکر صاحب! میں آپ کو مزید اپنے ساتھ نہیں چلا سکوں گا۔''

شاکر صاحب کی حالت غیر ہوگئی۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ پھر انہوں نے اداس لہجے میں کہا: ''ٹھیک ہے سر! جیسی آپ کی مرضی۔''

لڑکے دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے کہ انہوں نے اپنی بے عزتی کا خوب بدلہ لیا۔ اچانک موٹا لڑکا بولا: ''ایک صورت ہوسکتی ہے ان کے اس اسکول میں رہنے کی۔''

پرنسپل صاحب نے پوچھا: ''وہ کیا؟''

موٹے لڑکے نے کہا: ''اگر شاکر سر سب کے سامنے پرویز سے ''سوری'' کرلیں تو ہمیں ان کے یہاں رہنے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔''

پرنسپل صاحب نے سوالیہ نظروں سے شاکر صاحب کو دیکھا۔ اس وقت وہ فوراً کوئی جواب دینے سے قاصر تھے۔

انہوں نے شاکر صاحب کو دروازے کی طرف جاتے دیکھا تو ایک پرخلوص آفر کر بیٹھے: ''آپ کل تک سوچ لیں۔'' شاکر صاحب خاموشی سے باہر نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد لڑکے فاتحانہ انداز میں آفس سے رخصت ہوگئے۔

ادھر شاکر صاحب بہت پریشان تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟ ماسٹرز کی ڈگری ہونے کے باوجود وہ کئی سالوں سے ملازمت کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ چھ ماہ قبل انہیں اس اسکول میں تین ہزار روپے کی ملازمت ملی تو ان کے گھر میں خوشیوں کے کچھ دیے روشن ہوئے، لیکن موجودہ صورت حال میں وہ بجھتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

☆☆☆

پرویز خوش خوش گھر پہنچا تو توقع کے خلاف اپنے ابو کو گھر میں موجود پایا۔ اس نے سوچا یہ خبر امی سے پہلے ابو کو سنا دے لیکن اس وقت ناصر صاحب بے حد مصروف تھے۔ کبھی وہ شیلف کی کتابوں کو صاف کر کے دوبارہ رکھتے کبھی پردوں کو ہلا جلا کر صحیح کرتے۔ میز پر گل دان کی سجاوٹ اور دیگر چھوٹے چھوٹے کام وہ بڑی توجہ سے کر رہے تھے۔

www.pdfbooksfree.pk

پرویز نے آہستگی سے کہا: ''ابو! میں آپ کو ایک اہم بات بتانا چاہتا ہوں۔''

انہوں نے جواب دیا: ''تم دیکھ نہیں رہے ہو، اس وقت میں بہت مصروف ہوں۔''

پرویز نے پوچھا: ''ابو! کیا کوئی مہمان آ رہا ہے؟''

وہ خوشی اور جوش کے ساتھ بولے: ''صرف مہمان نہیں بلکہ بہت ہی خاص مہمان۔''

پرویز نے پرتجسس لہجے میں پوچھا: ''ایسا خاص مہمان کون ہے؟''

ناصر صاحب نے مسکرا کر جواب دیا: ''ٹھیک دو بجے تم اس مہمان سے مل سکتے ہو۔'' یہ کہہ کر وہ نہانے چلے گئے۔ پرویز مہمان کے بارے میں سوچتا رہ گیا۔

دو بجے دروازے کی اطلاعی گھنٹی بجی تو پرویز کے اٹھنے سے پہلے ہی ناصر صاحب خود دروازہ کھولنے چلے گئے۔ پرویز حیرت سے انہیں دیکھتا رہ گیا۔ اس کا تجسس بڑھتا جا رہا تھا کہ آخر ایسا کون خاص مہمان ہے جس کے لیے ابو اتنے جذباتی ہو رہے ہیں۔ پھر پرویز نے دروازے پر ایک بوڑھے شخص کو دیکھا۔ جنہوں نے سفید کرتا پاجامہ اور سیاہ شیروانی پہن رکھی تھی۔ آنکھوں پر کمانی دار عینک، سر پر ٹوپی اور ہاتھ میں چھڑی تھی۔ پرویز ان کی شخصیت سے ذرا بھی متاثر نہ ہوا، لیکن ناصر صاحب ان سے نہایت ادب سے جھک کر ملے اور بغل گیر ہو گئے۔ ان کی عاجزی اور انکساری قابل دید تھی۔ پھر وہ انہیں ساتھ لیے ڈرائنگ روم میں آ گئے اور عزت سے صوفے پر بٹھایا۔ بزرگ نے ناصر صاحب کو برابر میں بیٹھنے کا اشارہ کیا، لیکن وہ صوفے کے ساتھ رکھی چھوٹی سی ٹیبل پر بیٹھ گئے۔ پرویز کی حیرانی دیکھنے کے قابل تھی۔

ناصر صاحب پوچھ رہے تھے: ''اور سنائیے! گاؤں کیسا ہے؟ گھر میں سب خیریت ہے؟''

بزرگ نہایت تحمل اور میٹھے لہجے میں جواب دے رہے تھے۔ اب وہ پرویز کو بھی اچھے لگنے لگے۔ ایک سوال اس کے ذہن میں بار بار اٹھ رہا تھا کہ آخر یہ بزرگ ہیں کون؟ دوپہر کھانے کے وقت تک ناصر صاحب ان کی خاطر مدارت کرتے رہے۔ اچانک انہیں پرویز کا خیال آیا اور انہوں نے کہا: ''بیٹا میں تمہیں بتانا بھول گیا کہ یہ گاؤں کے ہائی اسکول میں

www.pdfbooksfree.pk

www.pdfbooksfree.pk

میرے استاد رہے ہیں۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں ان کی محنت اور مار کی بدولت ہوں۔''

پرویز چونکا: ''مار! کیا آپ کو مار پڑتی تھی؟''

ناصر صاحب مسکرا کر بولے: ''ہاں بیٹا! میں بہت شریر تھا اور شریر بچوں کو پڑھائی کی طرف مائل کرنے کے لیے تھوڑی بہت سختی ضروری ہوتی ہے۔''

یہ سنتے ہی پرویز کو شاکر سر یاد آ گئے۔ وہ تو ان کی معمولی سی مار بھی برداشت نہیں کر سکا تھا جب کہ اسے غلطی پر مار پڑی تھی۔ دوسری طرف اس کے والد تھے جنہوں نے اپنے استاد سے بچپن میں مار کھائی تھی اس کے باوجود آج بھی ان کی عزت اور احترام کر رہے تھے۔

پرویز کے منہ سے اچانک نکلا: ''ابو کیا استاد سے مار کھا کر بھی ان کی تعظیم کی جانی چاہیے؟''

ناصر صاحب نے کہا: ''بالکل تمہیں اس کی ایک تاریخی مثال دیتا ہوں۔ سکندر اعظم سے جب کسی نے پوچھا کہ آپ والدین سے زیادہ اپنے استاد کی عزت کیوں کرتے ہیں تو سکندر اعظم نے جواب دیا کہ میرے والدین تو مجھے آسمان سے زمین پر لانے کا سبب بنے، لیکن میرے استاد مجھے زمین سے آسمان پر لے گئے، اسی لیے میں ان کی زیادہ عزت کرتا ہوں۔''

یہ سن کر پرویز کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ صبح کو واقعہ اس کی آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگا۔ وہ ایک دم کھڑا ہو گیا۔ ناصر صاحب نے چونک کر پوچھا: ''کیا ہو گیا تمہیں؟''

''مجھے ایک اہم کام یاد آ گیا ہے۔'' یہ کہہ کر پرویز کمرے سے نکل گیا۔ اب اس کے قدم شاکر سر کے گھر کی جانب اٹھ رہے تھے تا کہ وہ ان سے معافی مانگ سکے۔ ☆☆☆

آنکھ

☆ جب جھکتی ہے تو زمانے بھر کی شر[illegible]پنے اندر سمو لیتی ہے۔

☆ جب کھلتی ہے تو کائنات کے ر[illegible]وں سے پردہ اٹھا لیتی ہے۔

☆ جب دیکھتی ہے تو سمندر کی گہرائیوں سے موتی نکال لیتی ہے۔

☆ جب مسکراتی ہے تو کائنات کی ساری معصومیت کو جذب کر لیتی ہے۔

☆ جب بولتی ہے تو زبان کو بھی حیران کر دیتی ہے۔

☆ جب روتی ہے تو عرش الٰہی کو ہلا دیتی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

www.pdfbooksfree.pk

مرزا حمید بیگ

پُراسرار ٹرافی

پروفیسر زیگ کو لکڑی کی میز پر باندھا گیا تھا۔ اس کے پیروں کے قریب وہ گول آری تھی جو کچھ ہی دیر میں اس کی ٹانگوں کو کاٹ کر پھینکنے والی تھی۔

''پروفیسر! سیدھی طرح بتادو کہ وہ ایجاد تم نے کہاں چھپائی ہے وہ جو تم اپنے ملک کی آب دوز کے لیے تیار کر رہے ہو۔'' پروفیسر زیگ کے سر پر کھڑا آدمی سخت لہجے میں کہہ رہا تھا۔ یہ کہتے ہی اس نے بٹن دبا دیا اور آری تیزی سے گھومنے لگی۔

پروفیسر زیگ نے سختی سے اپنی آنکھیں بھینچ لیں۔ وہ کوئی بزدل انسان نہیں تھا بلکہ اپنے ملک اور وطن کا وفادار تھا۔ اس نے نئی آب دوز کے لیے ایک ایسی چیز تیار کی تھی جس کی وجہ سے آب دوز پر دشمن کے حملے کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔

''پروفیسر! آج جب تم گھر سے چلے تھے تو فارمولا تمہاری کار میں تھا مگر اب وہ اس میں نہیں ہے۔ مجھے اس کا پتا بتا دو میں تمہیں مالا مال کر دوں گا ورنہ تم زندگی بھر بغیر ٹانگوں کے اپاہج بن کر رہو گے۔'' اس آدمی نے غراتے ہوئے کہا۔

''رات کی ڈیوٹی والا عملہ آنے والا ہے۔'' پروفیسر زیگ نے بے پروائی سے کہا۔

''مجھے معلوم ہے ابھی اس کے آنے میں پچاس منٹ باقی ہیں، اس دوران......'' یہ کہہ کر اس آدمی نے وہ بٹن بھی دبا دیا جو میز کو حرکت دیتا تھا۔

''لاری! میں نے اندر کوئی آواز سنی ہے۔'' اچانک ایک کرخت چہرے والے نے اندر آ کر کہا تو پروفیسر سے بات کرنے والے لاری نے بٹن بند کر دیا اور گھومتی ہوئی آری رک گئی۔ لاری اپنے ساتھی کے ساتھ باہر آیا۔ ... دور تک اندھیرا پھیل چکا تھا۔ ہر

www.pdfbooksfree.pk

www.pdfbooksfree.pk

طرف سناٹا تھا۔ اندھیرے میں کھڑی کریٹیں بھوتوں کی طرح معلوم ہو رہی تھیں۔

لاری اور اس کا ساتھی ادھر ادھر دیکھ رہے تھے کہ پروفیسر زیگ کے کمرے کی کھڑکی کے راستے سے ایک نوجوان اندر کودا۔ اس نے پھرتی سے پروفیسر کی رسیاں کاٹیں۔ اور آہستہ سے بولا: ''پروفیسر صاحب! آپ باہر کی طرف چلیے، میں ابھی آیا۔''

پروفیسر زیگ باہر کی طرف دوڑا۔ چند لمحوں میں نوجوان بھی اس کے ساتھ آملا۔ اس نے پروفیسر کا ہاتھ تھاما اور کریٹوں کے بیچ سے باہر کی طرف بھاگا، اچانک کسی نے ان دونوں پر فائرنگ شروع کردی۔

''پروفیسر صاحب! گھبرائیے نہیں۔'' نوجوان نے کہا۔

''مگر تم کون ہو؟'' پروفیسر زیگ نے نوجوان سے پوچھا۔

''میں حکومت کی طرف سے آپ کی حفاظت کے لیے مقرر کیا گیا ہوں۔ میرا نام مائیک ہے۔'' یہ کہتے ہوئے نوجوان مائیک نے پلٹ کر حملہ آوروں پر لگاتار فائرنگ شروع کردی اور پروفیسر زیگ کو حفاظت سے باہر لے آیا۔

''لعنت ہو ان لوگوں پر، وطن کے دشمن!'' پروفیسر زیگ بڑبڑایا۔

مائیک نے کہا: ''پروفیسر صاحب! آپ نے فارمولا کہاں چھپایا ہے؟''

پروفیسر زیگ نے جواب دیا: ''جیسے ہی میں گھر سے نکلا مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں نے فارمولا ساتھ لا کر غلطی کی ہے، بس میں نے اپنی کار قیمتی اور نادر چیزوں کی دکان پر روکی اور وہاں رکھی ہوئی ایک گھڑسوار کی ٹرافی نما مورتی میں فارمولا چھپا دیا۔ وہ وہاں محفوظ ہے۔ ہم اسے لے لیں گے۔ ادھر ہی چلتے ہیں۔''

''وہ دکان کہاں ہے؟'' مائیک نے پوچھا۔

''اسٹریٹ نمبر ۱۰ پر۔'' پروفیسر زیگ نے جواب دیا۔

اچانک مائیک نے محسوس کیا کہ پروفیسر زیگ کی کار میں ڈیش بورڈ کے پاس ایک نقطہ سا روشن ہے۔ اس نے وہ نقطہ کھینچا تو وہ بٹن نکلا۔ مائیک نے وہ بٹن چلتی ہوئی کار

www.pdfbooksfree.pk

سے باہر اچھال دیا۔

''یہ کیا تھا؟'' پروفیسر زیگ نے حیرت سے پوچھا۔

''خفیہ ٹیپ تھا۔ پروفیسر صاحب! آپ کی اور میری باتیں دشمن نے سن لی ہیں اور اب وہ نادر چیزوں کی دکان سے وہ فارمولا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے' جلدی کریں۔'' مائیک نے یہ کہا تو پروفیسر زیگ نے اپنی کار کی رفتار بڑھادی۔

تھوڑی دیر میں وہ دکان والی گلی میں تھے۔ پروفیسر نے احتیاط کے طور پر اپنی کار کچھ فاصلے پر روک دی اور مائیک کے ساتھ دکان کی طرف بڑھا۔ پھر انہیں ایک کار نظر آئی۔ وہ دکان سے واپس جارہی تھی۔ نہ جانے وہ کون لوگ تھے۔

''پروفیسر صاحب! جلدی کیجیے۔'' مائیک نے کہا اور پھر دکان کی طرف دوڑا مگر اسی دوران نہ جانے کس طرف سے ان پر فائرنگ شروع ہوگئی۔ شاید ان کے دشمن بھی وہاں آپہنچے تھے۔ دشمن اب دکان سے باہر آ ۔ے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ وہ فائرنگ کرتے ہوئے ایک سیاہ کار میں بیٹھ کر تیزی سے روانہ ہوگئے۔

''یہ لوگ کون تھے؟ انہوں نے ہمیں نظر انداز کرکے اس کار کے پیچھے جانے کا فیصلہ کیوں کیا؟'' پروفیسر زیگ نے مائیک سے پوچھا۔

''پہلے دکان میں چلتے ہیں' پھر دیکھتے ہیں کہ کیا ہوا۔'' مائیک نے کہا اور پروفیسر کے ساتھ دکان میں داخل ہوگیا۔ قیمتی چیزوں کی دکان میں سب کچھ الٹا پڑا تھا۔ دشمنوں نے اسے کباڑی کی دکان بنادیا تھا۔ دکان کے مالک اور اس کے ملازم فرش پر پڑے کراہ رہے تھے۔ پروفیسر زیگ نے گھڑ سوار مورتی والی ٹرافی ڈھونڈی مگر وہ الماری میں نہیں تھی۔

''وہ ٹرافی کہاں گئی........... گھڑ سوار والی؟'' پروفیسر نے دکان کے مالک سے پوچھا مگر مالک دکان کراہ رہا تھا۔

''لگتا ہے انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ چاندی کی اس ٹرافی میں آپ نے فارمولا ڈال دیا ہے اور وہ اسے اپنے ساتھ لے گئے۔'' ۔ئیک نے پروفیسر سے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

''نہیں نہیں، وہ ٹرافی تو سائنا قصبے کا جاگیردار لے گیا ہے۔'' دکان کے مالک نے اچانک کہا: ''دراصل اس قصبے میں ہر سال گھڑ سواری کے مقابلے ہوتے ہیں، اس میں اول آنے والے کو چاندی سے تیار کی گئی گھڑ سوار کی ٹرافی دی جاتی ہے۔ گھڑ سواری کا یہ مقابلہ کل ہو رہا ہے۔''

آدھے گھنٹے کے بعد پروفیسر زیگ اور مائیک اپنی کار میں سائنا قصبے کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ ان کا تعاقب نہ کیا جائے۔ راستے میں انہوں نے ایک کسان سے سائنا قصبے کی طرف جانے والی سڑک کے بارے میں پوچھا۔ کسان نے انہیں اپنے گھر میں بٹھایا اور انہیں چائے پانی کو پوچھا۔ اس کسان کا نام البرٹ تھا۔ وہ بڑا ملنسار اور خوش مزاج انسان تھا۔

البرٹ نے کہا: ''میں نے بھی گھڑ سواری میں اپنے گھوڑے کا نام لکھوایا تھا مگر میرے جاکی (گھڑ سوار) نے عین موقع پر انکار کر دیا۔ تم چاہو تو اس میں میری جگہ شرکت کر سکتے ہو۔''

مائیک اور پروفیسر زیگ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور مسکرا دیے۔ آخر وہ اپنے میزبان البرٹ سے رخصت ہوئے اور اس میدان کی طرف گئے جہاں گھڑ سواری کا مقابلہ ہونے والا تھا۔ میدان تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف تن درست اور چاق و چوبند گھوڑے کھڑے تھے۔ لوگوں کا جوش و خروش دیکھنے کے قابل تھا۔ پروفیسر اور مائیک نے گھڑ سواری کے مقابلے کے منتظم سے ملاقات کی اور اسے مسئلہ بتایا۔

''معاف کرنا دوستو! میں تمہیں اس ٹرافی کو چیک کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔'' منتظم نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

مائیک اور پروفیسر مایوس ہو گئے۔ منتظم کی بات بھی صحیح تھی۔ وہ ٹرافی صرف جیتنے والے کو ہی دی جاتی تھی۔ دونوں باہر نکلے ہی تھے کہ انہیں ایک آدمی نظر آیا جس کے ایک ہاتھ میں بالٹی اور دوسرے میں ڈنڈا تھا۔ مائیک کو وہ آدمی پراسرار لگا۔ انہوں نے آدمی کا پیچھا کیا اور اسے پہچان لیا۔ یہ وہی آدمی تھا

www.pdfbooksfree.pk

جو پروفیسر زیگ کو میز پر باندھ کر اس کی ٹانگیں کاٹنے والا تھا۔ اس کا نام لاری تھا۔ لاری نے بھی عین وقت پر مائیک کو دیکھ لیا اور بالٹی زمین پر پھینک کر بھاگ نکلا۔ مائیک سمجھ گیا کہ لاری بھی ٹرافی کے چکر میں آیا ہے۔

''اب ایک ہی صورت ہے کہ میں البرٹ کی جگہ اس مقابلے میں حصہ لوں۔'' مائیک نے پروفیسر زیگ سے کہا۔

پروفیسر زیگ نے مائیک سے پوچھا: ''تمہیں گھڑ سواری آتی ہے؟''

''تھوڑی بہت مگر اب اس کے سوا چارہ ہی نہیں ہے۔'' مائیک نے کہا اور پھر اس نے البرٹ سے اس کی جگہ مقابلے میں حصہ لینے کی اجازت حاصل کر لی۔ البرٹ نے اپنا گھوڑا بھی اس کے حوالے کر دیا۔

ہر طرف لوگوں کے سر نظر آ رہے تھے۔ وہ جوش کے عالم میں اپنے اپنے گھوڑوں اور گھڑ سواروں کی جیت کے نعرے لگا رہے تھے۔ گھڑ سوار تیار تھے۔ ان میں مائیک بھی تھا اور لاری بھی۔ پھر فائر ہوتے ہی گھوڑے تیزی سے دوڑنے لگے۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ وہ آگے نکل جائے۔ لاری نے اپنا گھوڑا مائیک کے گھوڑے سے بھڑا دیا۔ وہ مائیک کو گھوڑے سے گرانا چاہ رہا تھا مگر مائیک کی نظریں تو ٹرافی پر تھیں جس کے لیے اسے ہر صورت میں اول آنا تھا۔ وہ خود کو لاری کے حملوں سے بچاتا رہا اور اپنے گھوڑے کی رفتار بڑھاتا رہا۔ البرٹ کا گھوڑا واقعی بہت عمدہ تھا۔ وہ مائیک کے اشارے پر ہوا سے باتیں کرتا رہا اور آخر سب سے آگے نکل گیا۔ مائیک نے یہ مقابلہ جیت لیا۔ اب چاندی کی ٹرافی اس کی تھی جس کے اندر اس کے وطن کے دفاع کا ایک اہم فارمولا رکھا تھا۔

مائیک نے پروفیسر زیگ کی تلاش میں نظریں دوڑائیں، مگر وہ نظر نہ آیا۔ وہ پریشان ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ پروفیسر کہاں چلا گیا۔ اب مائیک کو ٹرافی دینے کے لیے اسٹیج پر بلایا جا رہا تھا۔ وہ اسٹیج پر گیا اور گھڑ سوار کی ٹرافی وصول کی۔ اسی لمحے آسمان سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ مائیک کے ساتھ سب لوگوں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ وہ ایک ہیلی کاپٹر تھا جس میں سے ایک سیڑھی نیچے لٹکائی جا رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر میں پائلٹ کے علاوہ

باقی صفحہ نمبر 73

www.pdfbooksfree.pk

دو درندے

راوی : عزیز احمد لیل

ایک شیر اور ایک شیرو........... ان دو درندوں نے مشرقی پنجاب کے ایک علاقے میں اودھم مچا رکھا تھا۔

یہ تقسیم ہند 1947ء سے قبل کا واقعہ ہے۔ مجھے مشرقی پنجاب کے ایک شہر میں اپنے شکاری کتے لانے کا کہا گیا۔ مجھے بلانے والا میرا ایک شناسا پولیس افسر جگ دیش تھا اور معاملہ ایک بچے کے اغواء کا تھا۔

جگ دیش نے مجھے بلانے کے لئے پولیس بس میرے گاؤں بھیجی تھی۔ میں اپنے دو ساتھیوں اور کتوں کے ریوڑ کے ساتھ اس بس میں سوار ہو گیا۔ میرے پاس اس وقت بھیڑیا نسل کے چار طاقت ور کتے تھے۔ جو شکار میں بے حد ماہر اور بڑے ہوش مند بھی تھے۔ میرے ساتھی انور کے پاس تین شکاری کتے تھے اور بھگت سنگھ اپنے پانچ بل ٹیریئر کتوں کے ساتھ پوائنٹر کتا بھی ساتھ لایا تھا۔

وسط سرما میں سردی کا موسم اپنے جوبن پر تھا ہم بس میں سوار ہوئے تو سورج ڈوب چکا تھا۔ پالے سے ہمارے ساتھ کتوں کے دانت بھی بجنے لگے اور ہم سب دبک کر بیٹھ گئے۔

ہم چار نسلوں کے کتے اسی لئے لے کر چلے تھے کہ معاملہ بہت سنگین تھا۔ ایک بارہ سالہ بچے کو شیرو نامی مجرم نے اغواء کر لیا تھا اور جنگل میں چھپا رکھا تھا۔ کندن اس شہر کے مشہور تاجر سیٹھ اجیت رائے کا اکلوتا بیٹا تھا اور اپنی پانچ بہنوں کا واحد بھائی تھا۔

صبح طلوع آفتاب کے وقت ہم جگ دیش کے دفتر میں جا پہنچے۔ سیٹھ بھی فوراً وہاں پہنچ گیا۔ وہ ایک موٹا تازہ پچاس سالہ شخص تھا جس کا سر بالوں کی زحمت سے آزاد ہو چکا تھا۔ وہ مجھ سے ملتے ہی بلک بلک کر رونے لگا۔ میں نے اسے دلاسا دیا تو وہ میرے گلے لگ کر رونے لگا۔

میں نے اسے یقین دلایا کہ بچے تو سب کے سانجھے ہوتے ہیں میں کندن کو آزاد

www.pdfbooksfree.pk

www.pdfbooksfree.pk

کرانے کے لئے اپنی ہر ممکن کوشش کروں گا۔

''تم مسلمان ہو بھائی! اگر تم کہو تو میں تمہاری مقدس کتاب، قرآن پاک لا کر تم سے بھرپور مدد مانگنے پر تیار ہوں۔'' وہ بہت زیادہ جذباتی ہو چکا تھا۔ میں نے کہا ''ایسی کوئی ضرورت نہیں۔ میں دل و جان سے کندن کو آزاد کرانے کی کوشش کروں گا۔ آپ صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔''

''جگ دیش بابو!'' وہ پولیس افسر کی طرف پلٹا ''میں آپ سب کو دھن دولت میں تول دوں گا، بس آپ مجھے میرا کندن واپس لا دو۔''

جگ دیش نے اسے تسلی و تشفی دے کر واپس بھیج دیا۔ پھر جگ دیش نے ہمیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔

''شیرو جیل سے بھاگا ہوا ایک خطرناک اور بے رحم مجرم ہے۔ لوٹ مار اس کا پیشہ ہے اور اغواء برائے تاوان اس کا پسندیدہ شغل ہے۔ وہ اپنے گروہ کے ساتھ مل کر ڈاکے ڈالتا ہے تو گاؤں کا گاؤں ہی لوٹ لیتا ہے۔ جنگل شیرو کی کمیں گاہ ہے۔ وہ واردات کے بعد جنگل میں روپوش ہو جاتا ہے۔ چند ماہ پہلے کسی اناڑی شکاری نے ایک جوان شیر زخمی کر دیا تھا تو شیرو نے اس کے بدن سے گولی نکالی، مرہم پٹی کی اور اسے کھلاتا پلاتا رہا۔ شیر صحت یاب ہو کر نہ صرف شیرو کا احسان مند ہوا بلکہ اس کا پالتو بن گیا......... اور شیرو کے پاس ہی رہنے لگا۔ شیرو نے اس شیر کا نام ''گبّر'' رکھا۔ چار ماہ پہلے گروہ کے ایک ڈاکو نے شیرو کی حکم عدولی کی اور خود سردار بننا چاہا تو شیرو نے سب کو اس کا جرم بتا کر اس پر گبّر کو چھوڑ دیا۔ ڈاکو بھاگا مگر گبّر نے جست لگا کر ڈاکو کی شہ رگ میں اپنے دانت گاڑ دیئے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

گبّر کو انسانی لہو کا ذائقہ اچھا لگا تو وہ ڈاکو چٹم کر گیا۔ پھر چند دن بعد اس کی طبیعت بے قرار ہوگئی۔ شیرو سمجھ گیا کہ گبّر اب آدم خور بن گیا ہے۔ اس نے اپنے شیر کو ایک گاؤں کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ وہاں سے ایک جوان لڑکا اٹھا لایا اور اسے بھی تر نوالہ بنالیا۔ گبّر کے آدم خور بن جانے پر شیرو کو کوئی اعتراض نہ تھا چونکہ وہ خود بھی تو آدم خور تھا، نوع انسانی کا

www.pdfbooksfree.pk

دشمن تھا۔ لیکن گبر شیر آدم خور ہونے کے باوجود بھی اپنے محسن شیرو کا وفادار رہا۔

جگ دیش نے ذرا توقف کیا تو میں نے فوراً پوچھا ''جناب! گبر اور شیرو کی اتنی زیادہ تفصیل آپ کو کیسے معلوم ہوئی؟؟''

اس نے جواب دیا۔ ''پرسوں اس کے دو ساتھی ایک قصبے میں خریداری کرتے ہوئے گرفتار ہوئے ہیں۔ انہوں نے سب کچھ بتا دیا ہے۔''

جگ دیش نے سلسلۂ کلام پھر جوڑ دیا۔

''شیرو ضرورت سے زیادہ دولت کسی بڑے شہر میں جمع کر رہا ہے۔ پچھلے دنوں سیٹھ اجیت رائے نے اپنی بیوی کو بمبئی (موجودہ ممبئی) سے ہیروں کی مالا منگوا کر دی تو سارے شہر میں دھوم مچ گئی۔ اس مالا کی ڈوری سونے کی تھی اور ہیرے ایسے چمک دمک رہے تھے کہ ان پر نظر نہ ٹکتی تھی۔ اس علاقے میں ایسی مالا نہ کسی نے دیکھی نہ سنی تھی۔ پس سیٹھانی کے ہاں تو تانتا بندھ گیا۔ عورتیں دور دور سے مالا دیکھنے آنے لگیں۔ ایک عورت نے جاتے وقت سیٹھانی کو ایک خط تھما دیا۔ جس میں لکھا تھا: ''شانتی دیوی! نمستے............ سیٹھ نے تجھے اتنی مہنگی مالا خرید کر خوش کر دیا ہے تو اسے کہو کہ ہمیں بھی ایک لاکھ روپے کا نذرانہ دے کر خوش کرے۔ پرسوں ہمارا ایک گھوڑا جنگل کے باہر موجود کھنڈر پر اپنے منہ میں خالی تھیلا لے کر آئے گا، سیٹھ اسے بھر کر واپس گھوڑے کے منہ میں دے دے۔ اگر سیٹھ نے ایسا نہ کیا تو ہم جانتے ہیں کہ تیری بڑی بیٹیوں شیلا اور روپا کے سہاگ لٹ جائیں گے۔ ابھی پچھلے ماہ تو ان کی شادیاں ہوئی ہیں............فقط ''شیرو''

جگ دیش سیٹھ ایک لاکھ روپے (آج کل کے دس کروڑ روپے) ادا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے پاس جتنی دولت تھی اتنا ہی وہ کنجوس بھی تھا۔ اس نے اپنے دامادوں کو محتاط رہنے کا حکم دیا اور روپے ادا نہیں کیئے۔ گھوڑا خالی تھیلا لے کر واپس گیا تو شیرو نے سیٹھ کے اکلوتے بیٹے کندن کو اسکول سے اٹھوا لیا اور تاوان کی رقم بھتے سے تین گنا کر دی یعنی تین لاکھ روپے۔ سیٹھ کے لئے رقم مسئلہ نہیں تھی اس نے رقم ادا کر دی مگر کندن واپس نہ آیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ شیرو نے تاوان ادا کرنے پر بھی مغوی رہا

www.pdfbooksfree.pk

نہیں کیا تھا بلکہ اس نے ہیروں کی مالا بھی طلب کر لی۔ مالا گوڑے کے تھیلے میں ڈالنے پر بھی کندن واپس نہ آیا البتہ اسے سیٹھ سیتھانی سے ملوا دیا گیا ہے۔''

اسی وقت ایک سپاہی نے آ کر اطلاع دی کہ ایک گاؤں سے نمبردار کے ساتھ ایک کسان بہت ضروری اطلاع لے کر آیا ہے۔ جگ دیش نے ان سے مل کر مجھے بتایا کہ کسان نے آدھی رات کے وقت اپنے کھیتوں کے ساتھ موجود سڑک پر سات ڈاکوؤں کو ایک بچے سمیت ایک بڑی جیپ میں سوار ہوتے دیکھا ہے۔ وہ کسان شیرو کو پہچانتا تھا، شیرو ان میں موجود نہیں تھا، تیز چاندنی میں شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ پھر جگ دیش بولا۔''ہماری تفتیش کے مطابق شیرو کے کل دس ساتھی ہیں دو ہماری حراست میں ہیں، سات کندن کو لے کر چلے گئے ہیں گویا صرف ایک ساتھی کے ساتھ شیرو جنگل میں موجود ہے۔ اسے قابو کرنے کا سنہری موقع ہاتھ آیا ہے۔

ہم نے ناشتا کر کے شیرو تک پہنچنے کا ایک ماسٹر پلان تیار کیا۔ پولیس کی زائد نفری بھاری اسلحہ لے کر پہنچ چکی تھی۔ اس جنگل میں نہ تو پولیس صحیح کام کر پاتی تھی اور نہ شکاری چوں کہ وہاں گبر اور شیرو کا خوف پنجے جمائے بیٹھا تھا۔ آدم خور شیر انسان اٹھا کر لے جاتا تھا اور کھا کر شیرو کی پناہ میں رہتا تھا۔ جب کوئی شیرو تک پہنچنے کی کوشش کرتا تو یہ دونوں مل کر اپنا دفاع کرتے تھے اور باقی ڈاکو شیرو کی ہدایت پر عمل کرتے تھے۔ شیرو جنگل میں اپنا ٹھکانا بدلتا رہتا تھا، رہنے کے لئے اس نے کئی غار منتخب کر رکھے تھے۔

ہم جنگل کی طرف روانہ ہوئے تو سورج پر دبیز بادل چھا گئے اور سردی بڑھ گئی، جنگل میں داخل ہوئے تو مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے ہلکا ہلکا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پولیس جنگل کے ایک مخصوص حصے کا گھیراؤ کر چکی تھی۔ پھر ہم پولیس پارٹی کے ساتھ ایک غار تک پہنچے۔ غار خالی نکلا لیکن وہاں کچھ ایسے شواہد ضرور ملے جن سے معلوم ہوا کہ ڈاکو وہاں رہتے تھے۔ جگ دیش نے واکی ٹاکی سیٹ کے ذریعے پولیس کا بیرونی محاصرہ بدلوایا اور ہم جنگل کی دوسری طرف چل دیے۔

www.pdfbooksfree.pk

اس وقت ہم سب شکاری گھوڑوں پر سوار تھے اور ہمارے پاس اسلحہ موجود تھا۔ ہماری ضرورت پولیس نے اس لئے محسوس کی تھی کہ جنگل میں اگر درندہ نظر آئے اور پھر چھپ جائے تو جوانوں کے خوف زدہ ہونے کے ساتھ ساتھ حوصلے بھی پست ہو جاتے ہیں اور ہم ایسی ہی صورت حال کو قابو کرنے آئے تھے کہ اگر کسی حساس مقام پر کوئی درندہ چھپ جائے تو ہم اپنے ان شکاری کتوں سے اسے باہر نکال قابو کرلیں۔

جنگل میں رہنمائی کے لئے پولیس ایک مقامی بوڑھا شکاری بوڑھا شکار ''نمبرو'' تھا اور جگ دیش کے علاوہ میرے پاس بھی ایک چارٹ پر نقشہ موجود تھا جس میں جنگل کے غاروں کی نشان دہی کی گئی تھی۔ سمت کا لکھا کہ جھاڑیوں کا سلسلہ شروع عبور کرتے ہوئے شکاری پارٹی پولیس پارٹی سے جدا ہوگئی وجہ یہ تھی پولیس کو جنگل میں گزرنے کی مشق نہیں اب ہمیں پولیس نظر نہیں آ رہی تھی۔ جنگل کا سفر بڑا مختلف ہوتا ہے سڑک، چوک اور نشانی کے طور پر سائن بورڈ ...... وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا۔

ہم مالکِ حقیقی کا نام لے کر خود ہی غار کی طرف بڑھنے لگے۔ بھگت سنگھ کا پوائنٹر زمین سونگھ رہا تھا اور آگے آگے بھاگا جا رہا تھا۔ پھر اس نے منہ سے خاص آواز نکالی تو بھگت بولا:

''آگے درندہ موجود ہے۔''

میں نے سب کتوں کو ایک لائن میں کھڑا کر دیا اور خاص اشارہ کیا جس کا مطلب تھا، خاموش رہو اور آگے بڑھو۔ اچانک ایک جوان اور قوی الجثہ ببر شیر جھاڑی میں سے کود کر باہر نکلا اور جھاڑیاں پھلانگتا چلا گیا۔ اس کا رخ غار کی طرف تھا۔ ہم بھی غار کی طرف بڑھے تو غار کے باہر ایک چالیس سالہ بھرپور توانا مرد کو آگ کے الاؤ پر ہرن کی ران بھونتے ہوئے پایا۔ اس مرد نے تازہ تازہ شیو کر رکھی تھی اور نہا دھو کر اعلیٰ تراش خراش کا نیا لباس پہن رکھا تھا...... شیر وہاں موجود نہیں تھا مگر مرد کے پاس ایک بڑھیا نسل کی گن موجود تھی۔ وہ اطمینان سے ران بھونتا رہا۔

''کون ہو تم؟'' میں نے اسے للکارا اور اس پر اسلحہ تان لیا۔

www.pdfbooksfree.pk

"اور تم کون ہو؟" وہ بھی اپنی گن اٹھا کر بولا۔

اس نے گن اٹھائی تو ہمارے کتے غصیلی غراہٹ کے ساتھ حملہ کرنے پر تل گئے۔

"میں ایک شکاری ہوں، ادھر شکار کرنے آیا ہوں۔"

"اور میں بھی ایک شکاری ہوں اور شکار کر چکا ہوں۔" اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

ہمارے کتے اب غرانے لگے تھے۔ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ شیرو ہی ہے اور شیر اس نے غار میں چھپا دیا ہے۔ شیرو غصے سے بولا: "اپنے کتے قابو کرو یہ مجھ پر بھونک رہے ہیں۔" میں نے ذرا آگے گھوڑا بڑھاتے ہوئے کہا۔ "بھونکنے والے کتے کبھی کبھار ہی کاٹتے ہیں بابو! (Barking Dogs Seldom Bite) یہ انگریزی کا مشہور محاورہ ہے۔

وہ رواں انگریزی میں بولا۔ "ہر محاورہ ہر وقت درست ثابت نہیں ہوتا۔"

مجھے اس وقت دلی افسوس ہوا کہ ایک تعلیم یافتہ شخص اتنا بڑا مجرم بن گیا ہے۔ عین اس وقت غار سے شیر ایک لمبی زقند بھر کر باہر نکلا اور ہم پر غرانے لگا۔ کتے بھی اس پر پل پڑنے کے لئے بے تاب تھے۔ مگر ہم نے انہیں روک رکھا تھا۔

"بابو! اپنے شیر کو روکو اگر کتے حملہ کر بیٹھے تو کس کس کو نشانہ بناؤ گے؟ تم بھی ان کے ہتھے چڑھ جاؤ گے۔" میں نے اسے سمجھایا۔ شیرو نے گبّر کو روکا مگر وہ وفادار کے علاوہ آدم خور بھی تھا۔ وہ ہماری طرف بڑھنے لگا۔ شیرو نے اپنی حکم عدولی برداشت نہ کرتے ہوئے گبّر کے منہ پر ایک جلتی ہوئی پکڑی دے ماری۔ گبّر دھاڑا اور یکا یک آدم خور بن گیا۔ اس نے اچھل کر شیرو پر جو پنجہ جھاڑا تو اس کی گن دور جا گری۔ گبّر شیرو کا خاتمہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ شیرو زور سے چیخا "شکاری! مجھے اس درندے سے بچاؤ............ یہ بڑا خطرناک اور آدم خور ہے۔"

میں نے فوراً فیصلہ کر لیا بحثیت شکاری میرا فرض آدم خور درندہ ختم کرنا تھا۔ میں نے لبلبی نشانہ باندھ کر دبائی تو میری بندوق نے شعلہ اگلا............ گولی آدم خور شیر کی گردن میں سے گزر گئی۔ وہ درد سے بلبلا کر میری

www.pdfbooksfree.pk

طرف مڑا تو انور اور بھگت سنگھ کی بندوقوں نے بھی اپنا کام کر دکھایا اور وہ لڑکھڑا کر نیچے گرا۔ اس کے بدن سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے تھے۔ شیرو فوراً اپنی گن کی طرف لپکا مگر میں نے اس کے پیروں کے پاس زمین پر فائر مار کر منع کر دیا۔ وہ وہاں سے سرپٹ بھاگا تو ہمارے کتوں نے اسے قابو کر لیا۔ میرے ساتھیوں نے اس کی مشکیں کس دیں۔ شیرو کا ڈاکو ساتھی غار میں موجود نہیں تھا وہ پانی لینے گیا تھا مگر حالات خراب ہوتے دیکھ کر بھاگ نکلا۔

شیرو چیخ کر بولا ''میں کندن کو واپس نہیں کروں گا۔ میں اسے کوئی نقصان بھی نہیں پہنچاؤں گا مگر سیٹھ سے دور رکھوں گا۔ سیٹھ کے ہاں میں نے آج سے بیس برس قبل نوکری کی تھی تو اس نے میری تین ماہ کی تنخواہ دبالی تھی۔ اس ظلم پر میں ڈاکوؤں سے جاملا تھا اور جرائم کے راستے پر آگے ہی آگے چلتا گیا۔''

جگ دیش بھی وہاں پہنچ گیا۔ ہم آدم خور کی کھال اتروا کر واپس شہر پہنچے تو کندن بحفاظت برآمد ہو گیا اور معرکے میں چند ڈاکو کام آئے۔

ہمیں سرکاری طور پر اسناد اور انعامات سے نوازا گیا۔ سیٹھ نے ہمیں اجرت کے علاوہ انعامی رقم بھی دی جو ہم نے اسے واپس کر دی۔

''سیٹھ صاحب! شیرو نے کندن کو کیوں واپس نہیں کیا تھا اور وہ مجرم کیوں بنا اب تو یقیناً آپ جان چکے ہوں گے۔'' میں نے کہا سیٹھ نے نادم ہو کر سر جھکا لیا۔

کنگن پور میں

ماہنامہ بچوں کی کہانیاں کراچی

یونس نیوز ایجنسی کنگن پور
تحصیل چونیاں ضلع قصور سے رابطہ کریں

جیکب آباد میں

ماہنامہ بچوں کی کہانیاں کراچی

جمالی نیوز ایجنسی

شاہی بازار جیکب آباد سے رابطہ کریں

www.pdfbooksfree.pk

جاوید اقبال

مصیبت زدہ ریچھ

مانی خرگوش جیسے ہی اپنے بستر پر سونے کے لیے لیٹا تو ایک درد بھری آواز نے اسے چونکا دیا۔ مانی کے کان کھڑے ہوگئے۔ وہی آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی سخت تکلیف میں ہے۔

پہلے مانی خرگوش نے سوچا کہ اسے باہر جا کر دیکھنا چاہیے۔ شاید کسی کو اس کی مدد کی ضرورت ہو۔ پھر وہ یہ سوچ کر رک گیا کہ رات کا وقت ہے اگر کوئی درندہ شکار کی تلاش میں پھر رہا ہوگا تو اس کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ میں کیوں اپنی جان خطرے میں ڈالوں۔ وہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ کراہنے کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں۔ کچھ دیر کروٹیں بدلنے کے بعد مانی نے سوچا کہ کسی مصیبت زدہ کی مدد نہ کرنا اچھی بات نہیں۔ یہ سوچ کر وہ گھر سے نکل آیا۔ وہ آواز تالاب کی طرف سے آرہی تھی۔

مانی خرگوش جب وہاں پہنچا تو اسے زمین پر کوئی بیٹھا نظر آیا۔ مانی نے آگے بڑھ کر دیکھا ایک ریچھ اپنی ٹانگ تھامے بیٹھا تھا جو لوہے کے ایک شکنجے میں پھنسی ہوئی تھی۔

مانی خرگوش نے اس سے پوچھا: ”تمھاری ٹانگ اس شکنجے میں کیسے پھنس گئی؟“

ریچھ کراہتے ہوئے بولا: ”میں تالاب سے پانی پینے آیا تھا۔ بدقسمتی سے اندھیرے میں اس شکنجے کو نہ دیکھ سکا۔“ مانی نے جھک کر دیکھا تو سمجھ گیا کہ کسی شکاری نے جانوروں کو پکڑنے کے لیے جھاڑیوں میں شکنجہ لگا رکھا تھا۔ ریچھ کا پاؤں انجانے میں اس پر پڑ گیا اور اس کی ٹانگ پھنس گئی۔ درد کی شدت سے ریچھ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ مانی نے ریچھ کی ٹانگ شکنجے سے نکالنی چاہی مگر ناکام رہا۔ پھر اس نے کچھ سوچا اور ریچھ کو

www.pdfbooksfree.pk

تھوڑا انتظار کرنے کا کہہ کر جنگل کی طرف بھاگا۔ تھوڑی دیر میں اس نے جنگل کے بہت سے جانوروں کو اکٹھا کیا اور ریچھ کے پاس لے آیا۔

ریچھ کو تکلیف میں دیکھ کر جانوروں کو بہت دکھ ہوا۔ وہ شکنجے سے اس کی ٹانگ چھڑانے کی ترکیب سوچنے لگے مگر کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس کی ٹانگ کیسے چھڑائی جائے۔

آخر ہنی گلہری بولی: ''کیوں نہ ہم زمین کھود کر شکنجے کو باہر نکال لیں؟''

سنہری مرغی بولی: ''ترکیب تو اچھی ہے مگر اس بے چارے کی ٹانگ تو پھر بھی شکنجے میں پھنسی رہے گی۔''

مانی خرگوش بولا: ''سب سے پہلے ہمیں کسی محفوظ جگہ چلے جانا چاہیے تاکہ شکاری سے بچا جاسکے۔ پھر شکنجہ کھولنے کی ترکیب بھی سوچ لیں گے۔'' اس کی رائے سے سب نے اتفاق کیا۔ چناں چہ مانی خرگوش ہنی گلہری اور سنہری مرغی اپنے پنجوں سے زمین کھودنے لگے۔ بی بطخ مٹی ایک طرف ہٹاتی جا رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد شکنجہ زمین سے نکل آیا۔ سب جانوروں نے مل کر لوہے کا بھاری شکنجہ اٹھایا اور کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں چل پڑے۔ ریچھ بھی لنگڑاتا ہوا بڑی مشکلوں سے شکنجے کے ساتھ چل رہا تھا۔ وہ سب ایک پہاڑی کے پاس پہنچ کر رک گئے۔ وہاں مانی خرگوش نے شکنجے کا اچھی طرح جائزہ لیا تو اسے ایک کیل نظر آئی۔ اس نے زور سے کیل کھینچی تو شکنجہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ سب جانور ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔ ریچھ ایک دم کھڑا ہو گیا۔ اس کی ٹانگ آزاد دیکھ کر سب جانور خوش ہو گئے۔ ریچھ نے ان سب کا شکریہ ادا کیا اور سب جانور اپنے گھر کو چلے گئے۔

دوسرے دن شکاری اس خیال سے شکنجہ دیکھنے آیا کہ شاید اس میں کوئی شکار پھنس گیا ہو، لیکن یہ دیکھ کر سٹپٹا گیا کہ وہاں شکار تو کیا ہوتا شکنجہ بھی غائب تھا۔ کمزور جانوروں نے اپنے اتحاد سے چالاک شکاری کو شکست دے دی تھی۔ وہ شکار کے لالچ میں اپنے شکنجے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

☆☆

www.pdfbooksfree.pk

بھوت بنگلہ

جنید احمد

مسٹر فلینڈر اپنے مخصوص کنبے: مسز فلینڈر، بیٹی لارا اور جوزف کے ساتھ 10 دسمبر 1950ء کو ''ریکس ولاز'' میں منتقل ہو گئے۔

ریکس ولاز نامی یہ شاندار بنگلہ اسکاٹ لینڈ کے مضافات میں ایک ویران جگہ واقع تھا۔ مسٹر فلینڈر کو سابق مالکان نے آگاہ کر دیا تھا کہ مکان آسیب زدہ ہے اور یہاں بسنے والی یہ روحیں کسی کو چین نہیں لینے دیتیں۔ ''مسٹر ڈیوڈ! میں یہ مکان اپنی ذمہ داری پر خرید رہا ہوں، میں اور میرے بچے بھوتوں سے نبٹنا خوب جانتے ہیں۔'' اور پھر چند دنوں میں ریکس ولاز کی چابی ان کے پاس تھی۔

مسٹر فلینڈر نے وہاں منتقل ہو جانے سے پہلے بیوی بچوں کو ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔ ان کے بچے انہی کی طرح بڑے باہمت اور عقل مند تھے۔ خاص کر بیٹے جوزف کو بھوتوں والی بات کا پتہ لگا تو وہ بڑا خوش ہوا۔ ''چلیں اسی بہانے بھوتوں سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔'' میں بھی بھوتوں اور چڑیلوں سے گپ شپ لگاؤں گی۔'' لارا نے بڑے جوش سے کہا۔ اس پر سارے ہنس پڑے۔

10 دسمبر کی اس شام جب یہ لوگ ریکس ولاز پہنچے تو سردیوں کی کُہر ہر جانب چھائی ہوئی تھی۔ اردگرد آبادی نہ ہونے کے باعث ہر طرف پُراسرار خاموشی تھی جسے وقفے وقفے سے گھونسلوں کو لوٹتے پرندے مختلف بولیاں بول کر توڑ رہے تھے۔ گاڑی ایک ویران اور بنجر پلاٹ جو کہ کبھی باغ رہا ہوگا میں کھڑی کر کے یہ ریکس ولاز کے سامنے تھے۔ یہ بہت پرانا مگر مضبوط اور شاندار گھر تھا۔ بڑی بڑی کھڑکیاں، محرابیں اور چمنیاں وکٹورین اسٹائل کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔ ''واہ کیا شاندار لکڑی کا کام ہے۔'' مسز فلینڈر نے خوشی سے کہا۔ مسٹر فلینڈر نے لکڑی کے بھاری بھرکم دروازے کو دبا کر کھولا تو عجیب سی چرچراہٹ ہوئی

www.pdfbooksfree.pk

www.pdfbooksfree.pk

جس سے سارے چونک اٹھے۔ ڈرائنگ روم سب سے پہلے تھا۔ اندھیرا، گہرا ہونے کے باعث مسٹر فلینڈر نے ٹارچ جلا لی۔ کمرے میں ہر طرف جالے لگے تھے جو ٹارچ کی روشنی میں بڑے پراسرار لگ رہے تھے۔ جوزف نے کونے میں لگا سوئچ بورڈ دیکھ لیا تھا۔ اس نے لپک کر سارے سوئچ آن کر دیے۔ کمرے کے درمیان لٹکا ہوا فانوس آدھا روشن ہو گیا، اس کے باقی کے قمقمے شاید خراب تھے۔ سامان رکھ کر ان لوگوں نے پہلے سارے گھر کا جائزہ لیا۔ اوپر والی منزل میں پانچ بڑے بڑے کمرے تھے جبکہ نیچے ڈرائنگ، ڈائنگ، کچن وغیرہ تھے۔ سیڑھیوں کے نیچے دروازہ تہہ خانے کی نشان دہی کر رہا تھا۔ بہت زیادہ تھکاوٹ کے باعث انہوں نے جلدی جلدی ڈرائنگ روم کو صاف کیا اور وہیں بستر لگا کر سو گئے۔ صبح اٹھ کر سب سے پہلے گھر کی صفائی ستھرائی کا کام شروع کر دیا۔ اوپر کے کمروں کو کھولا گیا، ان سب میں کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ اس سب سامان کو ایک کمرے میں اکٹھا کر کے اسے بند کر دیا گیا۔ اوپر کے دو کمرے صفائی کے بعد بچوں نے اپنے قبضے میں لے لئے۔ نیچے کا ایک بڑا کمرہ مسٹر فلینڈر اور مسز فلینڈر نے اپنے لئے مخصوص کر لیا۔

اس رات کو لارا اپنے کمرے میں بیٹھی مطالعہ کر رہی تھی کہ اسے راہ داری میں کسی کے چلنے کی آواز آئی۔ شاید یہ جوزف ہے؟ اس نے سوچا مگر یہ کوئی مسلسل آگے پیچھے چل رہا تھا۔ لارا نے کتاب ایک جانب رکھی اور دروازہ کھول کر راہ داری میں آ گئی۔ اسے اپنے پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اور یک دم اس کے اردگرد کوئی تیزی سے چلنے لگا۔ لارا خوف سے منجمند ہو گئی لیکن جلدی سے اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر بڑے اعتماد سے کہا: ''اے.......... تم جو کوئی بھی ہو یہ مٹر گشت صبح پر رکھو اس وقت سب سو رہے ہیں اور جاؤ تم بھی آرام کرو۔'' اس کی بات ختم ہوتے ہی قدموں کی آواز تھم گئی جیسے کوئی چلا گیا ہو۔ لارا اطمینان سے جا کر کمرے میں سو گئی۔

صبح ناشتے پر اس نے یہ بات سب کو بتائی تو مسٹر فلینڈر نے کہا: ''دنیا میں بھوتوں اور روحوں وغیرہ کا وجود مسلم ہے۔ یہ میرا اور کئی

www.pdfbooksfree.pk

لوگوں کا تجربہ ہے کہ ان چیزوں کو اگر چھیڑا نہ جائے تو یہ کچھ نہیں کہتیں۔ آپ اپنے کام سے کام رکھیں اور گھبرائیں مت۔ تو یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اور ہاں یہ تیز روشنی، آگ اور دیگر انسانی سرگرمیوں سے دور بھاگتی ہیں۔''

تین دن بعد لارا کی سالگرہ تھی۔ ڈرائنگ روم کو خوب سجا دیا گیا تھا۔ قریبی قصبے سے لائے گئے کیک پر لارا کی عمر کی مناسبت سے تیرہ موم بتیاں روشن تھیں۔ شام تیزی سے رات میں بدل رہی تھی۔ جیسے ہی مسٹر فلینڈر گھر لوٹے تو تیاریوں کو آخری شکل دینے کے بعد کیک کٹنے کا مرحلہ آ گیا۔ ''لارا پہلے ان موم بتیوں کو بجھاؤ اور شرط یہ ہے کہ تیرہ کی تیرہ موم بتیاں تمہاری ایک پھونک سے بجھ جائیں۔'' جوزف نے بہن سے کہا۔ لارا نے پوری قوت سے سانس باہر نکالتے ہوئے موم بتیاں بجھا دیں۔ کمرہ ''ہیپی برتھ ڈے'' کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ ''لارا اب کیک کاٹ کر سب کو دو۔'' مسٹر فلینڈر نے کہا۔ جیسے ہی لارا نے کیک کاٹنے کے لئے چھری اٹھائی تو موم بتیاں دوبارہ جل اٹھیں۔ ''ہیں یہ کیا؟'' مسٹر فلینڈر بولے۔ ''لارا'' لگتا ہے تم جادو کی موم بتیاں لائی ہو جو یہ پھر جل اٹھی ہیں۔ خیر اب دوبارہ انہیں بجھاؤ۔'' لارا نے دوبارہ سے ایک زوردار پھونک سے انہیں بجھا ڈالا۔ جیسے ہی اس نے چھری سے کیک کو کاٹنا چاہا تو وہ دوبارہ جل اٹھیں۔ ''ٹھہرو میں انہیں بجھاتا ہوں۔'' جوزف نے کہا اور موم بتیاں بجھا کر اس نے اپنی انگلی ایک بجھی ہوئی موم بتی کے دھواں چھوڑتے فیتے پر رکھ دی۔ اگلے ہی لمحے اس نے چیختے ہوئے اپنی انگلی اٹھائی۔ سب نے حیرت سے دیکھا تو تیرہ کی تیرہ موم بتیاں جل بجھ رہی تھیں۔ ان چاروں کے ردعمل سے پہلے ہی کیک اپنے آپ اڑتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔ چائے دانی نے بھی اس کا ساتھ دیتے ہوئے دوسری دیوار کا رخ کیا اور پھر ایک دم سے ہر چیز زمین پر جا گری۔ انتہائی مضبوط اور بھاری ڈائننگ اب تیزی سے ہل رہی تھی۔ خاندان کے چاروں افراد اس ناگہانی آفت سے پریشان ضرور تھے مگر خوف زدہ ہرگز نہیں۔ مسز فلینڈر نے اٹھ کر باہر جانا چاہا تو مسٹر فلینڈر زور سے چلائے۔ ''کوئی کمرے سے

www.pdfbooksfree.pk

باہر نہیں جائے گا، یہ گھر ہمارا ہے ہمیں یہاں سے کوئی نہیں نکال سکتا۔" ان کی بات ختم ہوتے ہی دھما چوکڑی تھم گئی۔ دروازہ اپنے آپ کھل گیا اور انہیں یوں لگا جیسے کوئی نکل گیا ہو۔ لارا نے بڑی دلیری سے اٹھ کر دروازہ بند کیا اور بولی۔ "میری سال گرہ کا مزہ کرکرا کرنے والے سے میں اب خوب نبٹوں گی۔"

رات تک کوئی ناخوش گوار بات نہ ہوئی۔ تاہم یہ سب اپنے معمولات پر کاربند رہے۔ اس رات کوئی لگ بھگ دو بجے جوزف کھانسی کی پرزور آواز سن کر جاگ اٹھا۔ وہ سمجھا شاید مسٹر فلینڈر کھانس رہے ہیں۔ وہ راہداری میں باہر آیا تو لارا بھی اپنے کمرے سے باہر کھڑی تھی۔ انہیں سامنے والے کونے سے کھانسنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ "بھائی ہمارا بھوت بیمار ہے اسے میرا خیال ہے کہ کھانسی کا شربت لا دیتے ہیں۔" لارا یہ کہہ کر تیزی سے نیچے گئی اور کھانسی کی دوائی لاکر کونے میں رکھتے ہوئے بولی۔ "میاں بھوت اگر ہو سکے تو یہ دوائی پی کر آرام سے سو جاؤ اگر نہیں تو آہستہ کھانسو۔"

جواباً ایک دل دوز چیخ بلند ہوئی جیسے کوئی شدید تکلیف میں ہو۔ آواز سن کر ان کے والدین بھی اوپر آگئے۔ چیخ ایک مرتبہ پھر سناٹے میں گونجی اور پھر قہقہہ سنائی دیا۔ "بچو اس پاگل کو اپنے کام میں لگا رہنے دو تم جا کر اطمینان سے سو رہو۔" مسٹر فلینڈر یہ کہہ کر سیڑھیاں اتر گئے۔ دونوں بہن بھائی بھی اپنے اپنے کمروں میں جا کر آرام سے سو گئے۔

صبح ناشتے کی میز پر مسٹر فلینڈر نے کسی مسز ٹیلر کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ "وہ روحانیت کی ماہر خاتون ہیں، میں نے انہیں بلوایا ہے اور وہ شام تک ہمارے گھر آجائیں گی۔ امید ہے کہ وہ ہمیں ان بھوتوں سے نجات کا طریقہ بتادیں گی۔ شام کو مسز ٹیلر ان کے گھر میں موجود تھیں۔ گھر داخل ہوتے ہی انہوں نے کہہ دیا کہ یہاں بھوت موجود ہیں، رات کو میں ایک عمل پڑھوں گی اور اس سے رابطہ کر کے اس سے دوٹوک بات کروں گی۔

رات کے ٹھیک بارہ بجے سارے ڈرائنگ روم میں جمع تھے۔ مسز ٹیلر کے سامنے پانی کا جگ رکھا ہوا تھا۔ کمرے کی لائٹیں بند کر کے میز پر صرف موم بتی روشن کر دی گئی۔ "آپ

www.pdfbooksfree.pk

سب غور سے اس پانی کو دیکھتے رہیں۔ بھوت، روح یا جو کوئی بھی ہے اپنے آنے کا اعلان اس ساکن پانی کو ہلا کر کرے گی۔'' یہ کہہ کر مسز ٹیلر نے زیر لب کچھ پڑھنے لگیں۔ رات سائیں سائیں کرتی گزر رہی تھی۔ میز پر جلتی ہوئی موم بتی کا شعلہ دائیں بائیں لرز رہا تھا جس سے ان کے سائے بھی دیواروں پر ہل کر منظر کو انتہائی خوف ناک بنا رہے تھے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد جگ کا پانی ہلا جیسے اس میں کسی نے کنکر پھینکا ہو۔ کمرے میں عجیب سی بو پھیل گئی۔ اور ان کے دیکھتے ہی دیکھتے مسز ٹیلر کے چہرے کے خدوخال بدلنے لگے اور تھوڑی دیر میں ان کے سامنے ایک کریہہ صورت بڈھا بیٹھا اپنی خوفناک سرخ آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے حلق سے غرغراہٹ کے ساتھ آواز ابھری۔ ''یہ میرا گھر ہے، یہاں سے دفعان ہو جاؤ ورنہ میں ایک ایک کو ہلاک کردوں گا۔ میں یہاں کسی کو رہنے نہیں دوں گا سن لیا۔'' بچے دم بخود یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ اب پھر مسز ٹیلر ان کے سامنے تھیں۔ ان کا چہرہ پسینے میں شرابور تھا۔ ''مسٹر فلینڈر اگر آپ خیریت چاہتے ہیں تو یہاں سے فوراً نکل جائیں اور ہاں اگر ہو سکے تو مجھے ابھی قریبی قصبے تک چھوڑ دیں۔''

''اس وقت تو میڈم ایسا ممکن نہیں صبح میں آپ کو جہاں کہیں گی چھوڑ آؤں گا۔'' یہ لوگ وہاں سے اٹھنے لگے تو اوپر والی منزل سے بے ہنگم شور اٹھنے لگا، کبھی چیخوں کی آوازیں تو کبھی قہقہے۔ ''یہ بے چارہ ہمیں نکالنے کی آخری کوشش کر رہا ہے۔'' مسٹر فلینڈر نے کہا اور جوزف کو اشارہ کیا جوزف نے فوراً اوپر جا کر تیز موسیقی سے بھرپور ایک ریکارڈ لگا دیا۔ قیامت خیز شور سے سارا گھر لرز رہا تھا۔ مسز ٹیلر کا خوف کے مارے برا حال تھا۔ آخر کار چیخیں اور قہقہے ختم ہوگئے۔ جوزف نے بھی ٹیپ ریکارڈ بند کردیا۔

وہ رات سب کے لئے بہت بھاری ثابت ہوئی مگر ان سب نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ لارا کے کمرے میں ایک دم سے ٹیبل لیمپ روشن ہوگیا۔ روشنی پھیلی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ٹیبل لیمپ اس کے گرد چکر کاٹ رہا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے لیمپ پکڑ کر دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ اب اس کا وزنی پلنگ اچھلنے

www.pdfbooksfree.pk

لگا۔ لارا بڑے اطمینان سے پلنگ سے اتری اور یہ کہہ کر باہر نکل گئی ''اب تم اطمینان سے پلنگ کو ہلاؤ۔''

ادھر مسٹر فلینڈر کے کمرے کی کھڑکیاں آپ ہی آپ کھل بند ہو رہی تھیں اور دونوں میاں بیوی بڑے اطمینان سے اور سکون سے بیٹھے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ ایک کونے میں مسز ٹیلر تھر تھر کانپ رہی تھیں اور ساتھ ساتھ زیر لب کچھ پڑھ رہی تھیں۔ صبح تک یہ ہنگامہ جاری رہا۔ دن طلوع ہوتے ہی مسٹر فلینڈر نے اعلان کیا کہ بھوت صاحب یہ گھر چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ مسز ٹیلر جو خوف سے ادھ موئی سی لگ رہی تھیں کو پہلے قصبے چھوڑ آ گیا اس کے بعد یہ سارے سیر سپاٹے کے لئے نکل گئے۔ دوپہر کا کھانا باہر کھا کے شام کو یہ گھر پہنچے تو سارا گھر کباڑ خانے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ ڈرائنگ روم کی حالت سب سے ابتر تھی اور دیواروں پر جا بجا لکھا تھا : ''آج کی رات، آخری رات۔'' یہ منظر دیکھ کر مسز فلینڈر نے رونا شروع کر دیا اور کہنے لگی : ''مجھے اپنے بچوں کی سلامتی سب سے زیادہ عزیز ہے فوراً یہاں سے نکل چلیں۔''

''ہم اپنا گھر کبھی نہیں چھوڑیں گے۔'' مسٹر فلینڈر نے زور سے کہا۔ ''اور ہاں آخری رات تمہاری ہے بڈھے بھوت۔''

رات کو یہ سب ڈرائنگ روم میں چوکنے بیٹھ گئے۔ ''آپ سب نے کسی چیز سے نہیں ڈرنا، پہلے اسے اپنا کام کر لینے دیں پھر ہماری کارروائی کا آغاز ہوگا۔'' رات آہستہ آہستہ گزرنے لگی۔ چاروں طرف خاموشی کے باعث انہیں صرف اپنے سانسوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سب سے پہلے اوپر والی منزل کی لائٹیں جل اٹھیں اور کئی لوگوں کے چلنے پھرنے کی آوازیں آنے لگیں جیسے اوپر کوئی دعوت ہو رہی ہو۔ اوپر کا شور تھما تو کوئی دھڑا دھڑ تہہ خانے کا دروازہ اندر سے پیٹنے لگا۔ مسز فلینڈر کے علاوہ سارے بڑے سکون سے بیٹھے تھے۔ اچانک ایک بچے کی آواز انہیں سنائی دی جو بڑے پیار سے انہیں بلا رہا تھا۔ ان سب کے نام لے لے کر۔ مسٹر فلینڈر نے زور سے کہا : ''منے تم خود یہاں آ جاؤ۔'' جواباً ایک خوفناک چیخ ابھری۔

www.pdfbooksfree.pk

اب انہیں واضح طور پر لگ رہا تھا کہ ان کے گرد کوئی گھوم رہا ہے اور پھر یک دم سارے گھر کی روشنیاں بجھ گئیں جیسے ہی جوزف نے اپنے پاس موجود ٹارچ جلائی تو ایک ہڈیوں بھرا ہاتھ اس کی جانب بڑھا۔ جوزف نے پوری طاقت سے ٹارچ اسے دے ماری، ایک دل دوز چیخ بلند ہوئی۔ ''شاباش میرے بیٹے مجھے تم سے یہی امید تھی، مسٹر فلینڈر خوشی سے چلائے۔ تھوڑی دیر کے بعد خاموشی چھا گئی تو مسٹر فلینڈر نے کہا ''اب ہماری باری ہے اسے تنگ کرنے کی۔'' مسز فلینڈر اور لارا کو سکون سے بیٹھنے کی نصیحت کر کے تینوں اٹھے سب سے پہلے انہوں نے سارے گھر کی لائٹیں جلائیں اس کے بعد جوزف نے اوپر جا کر ٹیپ ریکارڈ ز پوری آواز سے چلا دیا اور دونوں بہن بھائی زور زور سے جھوٹ موٹ لڑنے لگے۔ سارا گھر اب ان کی آوازوں اور موسیقی کے شور سے لرز رہا تھا۔ مسٹر فلینڈر نے آج رات پہلی بار تہہ خانہ کھولا۔ نیچے سے سلن اور سڑاند کے بھبکے آ رہے تھے۔ جوزف آؤ آج تہہ خانہ کا جائزہ لیتے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ بھوت میاں کی کمین گاہ ہے۔ دو طاقت ور ٹارچوں کی روشنی میں باپ بیٹا نیچے اتر گئے۔ تہہ خانہ عجیب و غریب اشیاء سے اٹا پڑا تھا۔ جہازی پیٹیاں، بڑے بڑے رسے اور دیوار پر بڑے بڑے چغے لٹکے تھے۔ ''صبح اس سارے سامان کو ہم باہر لے جا کر آگ لگا دیں گے۔'' مسٹر فلینڈر نے اعلان کیا۔ ایک عجیب سی سرسراہٹ کی آواز پر دونوں نے چونک کر دیکھا تو انہیں دیوار پر چغے ہلتے نظر آئے۔ ٹارچ کی ہلتی روشنی میں یہ منظر بڑا خوفناک تھا۔ دونوں باپ بیٹے نے بڑی دلیری سے آگے بڑھ کر ان چغوں کو اتار پھینکا۔ ایک دم سے تیز ہوا کا بگولہ سا اٹھا اور جوزف فضا میں بلند ہو گیا۔ مسٹر فلینڈر نے پوری قوت استعمال کرتے ہوئے اسے تھام لیا اور فضا میں نادیدہ دشمن پر زوردار وار کیا۔ جواب میں ایک زوردار جھٹکے سے ان کی قدم بھی زمین سے اٹھ گئے۔ ''جوزف گھبراؤ مت اور قریب موجود ایک بہت بڑے رسے کو پکڑ لیا۔ اس کا سرا پوری قوت استعمال کرتے ہوئے آگے کی طرف پھینکا دوبارہ کسی نادیدہ طاقت نے انہیں اوپر کی

www.pdfbooksfree.pk

طرف کھینچا۔ مسٹر فلینڈر نے ٹارچ چھوڑ کر جیب سے لائٹر نکال کر جلا لیا اور سامنے کی جانب اچھال دیا۔ فضا میں چنگاریاں سی اٹھیں اور دونوں نیچے گر گئے۔ تہہ خانے کا دروازہ زور سے بند ہو گیا۔ اوپر لارا اور مسز فلینڈر نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ دونوں لپک کر اوپر گئے اور دروازہ کھول کر باہر آ گئے۔

سارے گھر کے دروازے بڑی خوفناک آوازوں سے بند اور کھل رہے تھے۔ چاروں ایک جگہ کھڑے تھے۔ ''ہم بھوت سے جنگ جیت چکے ہیں۔'' مسٹر فلینڈر نے کہا۔ صبح تک ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ اگلے دن ان سب نے تہہ خانے کی صفائی کر کے ہر پرانی اور بوسیدہ چیز جلا ڈالی۔

اس کے بعد کچھ بھی ''ریکس ولاز'' میں کسی کی چیخیں اور قہقہے سنائی نہ دیئے۔ بہادری، مضبوط ارادے نے آسیبی طاقتوں کو شکست دے دی تھی۔

پروفیسر زیگ بھی نظر آ رہا تھا۔ جیسے ہی مائیک نے پروفیسر کی طرف دیکھا۔ پروفیسر نے اسے رسی کی سیڑھی پر چڑھنے کا اشارہ کر دیا۔ مائیک پھرتی سے ٹرانی سمیت سیڑھی پر چڑھ گیا۔ ہیلی کاپٹر تیزی سے گھوما اور واپس روانہ ہو گیا۔ لارا نے دانت کچکچائے اور اپنا پستول نکال کر ہیلی کاپٹر اور مائیک کی طرف کئی فائر کیے مگر بے کار۔ اب ہیلی کاپٹر کافی اونچا ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی پروفیسر زیگ، مائیک اور وہ فارمولا بھی محفوظ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ان کے ملک کا دفاع مضبوط ہونے والا تھا۔

گجرات و دیگر علاقوں کے لئے

ماہنامہ

''بچوں کی کہانیاں'' (کراچی)

خالد بک اسٹال

مسلم بازار۔ گجرات

www.pdfbooksfree.pk

www.pdfbooksfree.pk

مائی پھاتاں

پروفیسر مجیب ظفر انوار حمیدی

اللہ جانے.......... مائی پھاتاں کو سب سے پہلے ''مائی پھاتاں'' کس نے کہا؟ اور کیوں کہا؟

یہ وہ سوالات تھے جو بالکل بچپن سے میرے ذہن پر نقش ہو چکے تھے۔ پھاتاں کون تھی؟ اس کا جواب تو یہ سادہ سا تھا کہ پھاتاں ایک مائی تھی جو ہمارے محلے میں رہتی تھی۔ اب محلے میں وہ کہاں سے آئی؟ یہ سوال ذرا الجھا تھا۔ خیر کچھ بھی ہو۔ یہ بات بچوں کے لئے بڑی اہم اور پسندیدہ تھی کہ مائی پھاتاں کو سینکڑوں نہیں ہزار ہا کہانیاں، چٹ پٹی، لذیذ اور مزے دار کہانیاں یاد تھیں۔ وہ جمعرات کے جمعرات یا سنیچر کے سنیچر ہم چاروں دوستوں عامر، اختر اور اکبر میں سے کسی کے بھی گھر آتی۔ عشاء کی نماز پڑھ کر روغنی روٹی پر مولی یا گاجر کا اچار رکھ کر بڑے مزے سے کھاتی اور پھر عشاء کے بعد محلے کے بچے کیا؟ بڑے کیا؟ سب اپنے اپنے کاموں سے فراغت حاصل کر کے مائی پھاتاں کے پاس آن بیٹھتے اور کہانی شروع ہو جاتی۔

''اے مائی تیری کہانیوں میں تو کُھدا جانے کیا جادو ہوتا پڑا ہے کہ ایں بچوں اور بوڑوں سب اچ کے لئے مجے دار ہوتی پڑی ایں۔''

(ارے مائی تیری کہانیوں میں تو خدا جانے کیا جادو ہوتا ہے کہ یہ بچوں اور بڑوں سب ہی کے لئے مزے دار ہوتی ہیں۔)

مائی پھاتاں مسکراتی۔ اپنی روٹی ختم کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی اور پھر سب لوگوں کے درمیان آ کر بیٹھ جاتی۔ پھر کہانی شروع ہو جاتی۔ کسی بچے کیا بڑے کی ہمت نہ تھی کہ کہانی کے بیچ میں بول دے۔ سب دم سادھے کہانی سنتے رہتے۔ کیا مجال کوئی درمیان سے اٹھ جائے۔ جاڑے کے دن ہیں گڑ بھلیاں یا مونگ پھلی اور چل غوزے کٹک رہے ہیں اور مائی پھاتاں کی داستان گوئی

www.pdfbooksfree.pk

www.pdfbooksfree.pk

جاری ہے۔

خدا جھوٹ نہ بلوائے، فجر کی اذانیں شروع ہو جاتیں تو مائی پھاتاں کو مجبوراً اپنی کہانی کو فی الحال روکنا پڑتا اور محلے والوں کو مجبوراً اٹھنا پڑتا۔ مائی پھاتاں کی کہانی چھوڑنے کا کسی کو جی نہ چاہتا۔ پر کیا کرتے؟ مجال ہے ساٹھ سالہ مائی پھاتاں کے چہرے پر تھکن کے آثار ہوں۔

وضو بنا کر فجر کی نماز ادا کرتی اور پھر دو پاپے چائے کے ساتھ کھا کر جو سوتی تو شام ڈھلے کی خبر لاتی۔ گھر بار اس کا کوئی تھا نہیں۔ آج یہاں کل وہاں۔ پر محلے کے سارے گھر اس کے اپنے تھے۔ اس کی بڑی عزت تھی جی محلے بھر میں۔

داستان گو کے ساتھ ساتھ وہ ٹوٹکے ترکیبوں کی بھی ماہر تھی۔ ایک مرتبہ نوراں کے بیٹے کو تیز بخار چڑھا۔ چار سالہ بچہ بخار سے غش پہ غش کھانے لگا۔ غریب ماں باپ پریشان..........کیا کریں؟ کہاں جائیں؟

مائی پھاتاں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، رحیمو کے گھر سے بکری کا تازہ اور کچا دودھ لے کر بخار میں پھنکتے بچے کے تلوؤں پر آہستہ آہستہ ملنا شروع کر دیا۔ دس پندرہ منٹ بعد بچے نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں، بخار کم ہو گیا۔ بچہ قلقاری مارنے والی عمر میں تو نہیں تھا البتہ جب بخار اتر گیا تو مائی پھاتاں نے اپنی گدڑی میں سے ایک لال سیب نکال کر اسے دیا۔ بچہ خوب مسکرایا۔

اللہ جانے کیا کیا تھی مائی پھاتاں؟ ڈاکٹر، ادیب، حکیم، ملازمہ، انجینئر.......... خدا جانے کتنے ہنر تھے اس کے بوڑھے ہاتھوں میں۔

ایک مرتبہ مائی پھاتاں نے اعلان کیا کہ اب وہ محلے والوں کے کام کاج مفت نہ کیا کرے گی بلکہ ان کاموں کی اجرت (معاوضہ) لے گی اور کہانیاں بھی مفت نہ سنائے گی، فی کہانی رقم لے گی۔ لوگ مائی پھاتاں کی اس عجیب و غریب شرط کو سن کر حیران رہ گئے۔

''اے نگوڑی سٹھیا گئی ہے۔ لالچی ہو گئی ہے۔'' خالہ خیرن نے ناک سکیڑی۔

''ہاں ہاں مائی.......... تمہیں تک اپنی

www.pdfbooksfree.pk

اہمیت کا اندازہ ہوگیا ہے نا، اب کیوں سناؤ گی ہمیں کہانیاں؟'' صغراں آپا جل کے بولی۔

مائی پھاتاں خاموش رہی۔ بالکل خاموش۔

خیر بچے تو اس کی کہانیاں چھوڑ ہی نہیں سکتے تھے۔ چناں چنہ تمام بچوں نے ایک ترکیب سوچی، مل جل کر اپنی اپنی جیب خرچی میں سے خاصی رقم جمع کرتے اور مائی پھاتاں کو دے آتے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ مائی پھاتاں کو ان بچوں پر بھی رحم نہ آتا، جن سے وہ بے حد پیار کرتی تھی۔ وہ رقم لے لیتی اور کہانی سنا دیتی۔ کہانی کے اختتام پر اس کی آنکھوں میں آنسو ہوتے۔ بچے سمجھتے کہ کہانی کے پیسے شاید کم لگے ہوں گے اس کو۔

کئی ماہ گزر گئے۔ اب مائی پھاتاں کسی کا آٹا گوندھتی، ہنڈیا بھونتی، جھاڑو پوچھا کرتی تو پیسے ضرور لیتی۔ 6 ماہ بعد کی بات ہے کہ مائی پھاتاں ایک بارہ سال کے خوب صورت اور لمبے تڑنگے صحت مند بچے کو لے کر آئی۔

محلے والوں نے پوچھا: ''کون ہے یہ تیرا مائی؟ کہاں سے لائی ہے اسے؟''

مائی پھاتاں بولی: ''میں کیا جانوں کس کا لخت جگر ہے؟ کئی ماہ پہلے برابر والے گاؤں کا تنور مرمت کرنے گئی تو یہ بچہ مجھ سے بولا کہ اماں مجھے میرے ماں باپ نے غربت سے تنگ آ کر زمین دار کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ مجھے بیچ کر جو رقم ملی وہ اسے لے کر کسی دوسرے شہر محنت مزدوری کرنے چلے گئے۔ مجھے پیسے دے کر زمین دار سے آزاد کرا کے اپنے ساتھ لے چل، میں محنت مزدوری کروں گا۔ ارے لوگو! میں کانپ کر رہ گئی۔ میرے آقا......... میری جان ان پر قربان......... جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو غلاموں کو......... غیر اور اجنبی غلاموں کو خرید کر آزاد کرایا کرتے تھے اور میں......... میں......... یہ تو ایک معمولی سا کام تھا۔ میں نے اپنے آقائے نامدارؐ سے دعا کی۔ اپنے مولا سے دعا مانگی کہ مجھے ہمت دے۔ طاقت دے۔ بس میرے بچو! اس دن سے میں نے ہر کام کے پیسے لینے شروع کر دیئے۔ چھ ماہ میں دو ہزار روپے جڑ گئے تو دو ہزار دے کر اپنے بچے کو اس ظالم کے چنگل سے نکال کے لائی ہوں۔''

www.pdfbooksfree.pk

پہلے تو محلے والوں کو مائی پھاتاں کی بات سمجھ ہی میں نہ آئی............اور جب سمجھ آئی تو بڑے بڑے مردم مائی پھاتاں کے آگے جھکے زار و قطار رو رہے تھے کہ ہائے اماں............ تم تو ایک دیا ہو۔ تم سے ہزاروں، لاکھوں دیے روشن ہوں گے۔ اماں ہمیں معاف کر دے۔ ہم جوان جہاں بے کار، بے مصرف زندگی گزار کر خوش ہیں اور تم تو اپنے مولا کی خوشی بھی حاصل کر لی۔

''چل ہٹ مچھندرا............ مرد ہو کے ایسا بلک بلک کے روتا ہے۔ بچے تیرے ہنسیں گے تجھ پر۔ چل جا میرے پتر۔ کام پر جا۔''

مائی پھاتاں نے فضل دین کو ٹھوکا دیا۔

فضل دین بھیگی آنکھوں سے مسکرایا۔

''اور ہاں............سید پور کے لوگو! ایک بات سنو!''

''ہاں ہاں ماسی............ کہو............ کیا بات ہے؟''

''میں اب بھی تمام کاموں کے پیسے لوں گی۔'' مائی پھاتاں اطمینان سے بولی۔

''ہائیں!''

''ارے!''

''وہ کیوں؟'' سب حیران رہ گئے۔

مائی پھاتاں سب کی حیرت کو محسوس کر کے زور سے ہنسی۔ اس کے کوئلے سے صاف کئے دانت چمکنے لگے۔ کالے کالے مسوڑھے نظر آنے لگے۔ سر پر سلیقے سے آنچل پھیلا کر بولی:

''اپنے مولا کے گھر جاؤں گی، حج بیت اللہ کے واسطے!'' اس کے لہجے کی حسرت پر سب بچوں اور بڑوں نے زور سے کہا۔

''ضرور............ ضرور............

آمین............آمین!!!''

حیدر آباد و دیگر علاقوں کے لئے

ماہنامہ

''بچوں کی کہانیاں'' (کراچی)

الحبیب نیوز ایجنٹ

اخبار مارکیٹ۔ مسرت بار سندھ

www.pdfbooksfree.pk

تاریخی، ادبی، رومانی، روحانی، طبی،
نفسیاتی، تخلیقی، شاعری، طنز و مزاح اور
کھانے پکانے کی کتاب اور
ماہنامہ بچوں کی کہانیوں کے لئے

رشید نیوز ایجنسی

کو یاد رکھیں

فریئر مارکیٹ (اخبار مارکیٹ)
صدر کراچی۔
فون: 021-32760892

www.pdfbooksfree.pk

اندھیرا چھانے کے بعد آنے والے وقت کے بارے میں ایک دلچسپ تحریر

رات

ظفر شمیم

سورج غروب ہوتے ہی آسمان اپنے چہرے پر کالی سیاہی کا نقاب اوڑھ لیتا ہے۔ چاند، ستارے اور سیارے اسی نقاب سے جھانک کر اپنا جلوہ دکھاتے نظر آتے ہیں۔ جب رات ہوتی ہے تو ہم سوجاتے ہیں اور ہمیں یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ رات نے اپنی آغوش میں نہ جانے کتنے راز سمیٹ رکھے ہیں۔ قرآن میں ایک ''سورۃ اللیل'' یعنی رات کے عنوان سے ہے۔ اس کی پہلی آیت میں اللہ نے یہ فرمایا ہے۔

''رات کی قسم جب (دن کو) چھپالے''

(سورۃ اللیل)

اس کے علاوہ بھی قرآن میں دس سے زائد مقامات پر رات کا تذکرہ ہوا ہے۔

سورۃ الطارق میں کچھ یوں ارشاد ہوا۔

''آسمان اور رات کے وقت آنے والے کی قسم۔ اور تم کو کیا معلوم کہ رات کے وقت آنے والا کیا ہے۔ وہ ستارہ ہے، چمکنے والا۔

(سورۃ الطارق)

طارق نامی ستارہ عہد قدیم سے انسانوں کو راستہ دکھا رہا ہے۔ جب سمندری جہاز ساحل کو چھوڑ کر اس مقام پر پہنچتے ہیں جہاں چاروں طرف پانی نظر آتا ہے تو ایسے میں یہاں کا پانی بالکل سیاہ دکھائی دیتا ہے۔ سمندر کی سیاہ سطح رات کے وقت آسمان کے لیے آئینے کا کام کرتی ہے۔ چاند، ستارے اس پانی میں بالکل صاف دکھائی دیتے ہیں، ایسا لگتا ہے کشتی دو آسمانوں کے درمیان سفر کر رہی ہے۔ راستہ بھول جانے پر طارق نامی ستارے کی جانب سفر شروع کر دیا جائے تو راستہ بھٹکا ہوا سمندری جہاز ایشیا کے ساحل پر ضرور پہنچے گا۔ قرآن کی ایک سورۃ میں ایک اور حیرت انگیز آیت یوں

www.pdfbooksfree.pk

بیان ہوئی ہے۔

اور رات کی قسم اور جن ہستیوں کو وہ اکھٹا کر لیتی ہے ان کی۔'' (سورہ الانشقاق)

رات کے وقت ہم تو نیند کی وادی میں چلے جاتے ہیں مگر کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جن کے لیے یہ رات نہیں دن ہوتا ہے۔ رات ہوتے ہی دنیا بھر کے جنگلوں اور صحراؤں میں ان کے دم سے ہلچل مچ جاتی ہے۔

کیکڑا مکڑی رات کے وقت گھٹا ٹوپ اندھیرے میں شکار کرتی ہے۔ اس کی آٹھ آنکھیں اندھیرے میں شکار پر تمام زاویوں سے نگاہ رکھتی ہیں۔ اسی لیے اس کا حملہ ننا نوے فیصد کامیاب رہتا ہے۔ کرۂ ارض کے جانداروں کی اکثریت رات کے وقت غذا کی کھوج میں نکلتی ہے۔ نائٹ ہاک باز کی واحد نوع ہے جو راتوں کو تنا تنہا فضاؤں کی سیر کرتا ہے۔ نائٹ ہیرون (Night Heron) نامی پرندہ بھی شب کا شیدائی ہے۔ ان کی دو اقسام یلو کراؤن اور بلیک کراؤن پاکستان میں بکثرت نظر آتے ہیں مشرقی اسٹریج الو اور ٹونی الو اور دنیا پر راج کرنے والے بے رحم پنچھی ہیں۔ براؤن بیٹ چمگادڑ اور اس کی دوسری اقسام نسلیں صرف رات میں دیکھنے کی قوت رکھتی ہیں۔ بلی کی نسل کا دلچسپ ممالیہ رکون اپنی شرمیلی طبیعت کی بناء پر صرف رات کو خوراک کا متلاشی نظر آتا ہے۔ صرف پرندے اور ممالیہ ہی رات کے رسیا نہیں ہوتے بلکہ کیڑوں کی کمزوری بھی اندھیرا ہے۔ تتلی کی دلکش انواع ہوگ اسفنکس اور ازابیلا ٹائیگر رات کی رت میں پھولوں کا رس چوسنے نکلتی ہیں رات تمام ہوتے ہی یہ سب اپنی پناہ گاہوں میں روپوش ہو جاتے ہیں۔

برف کے براعظیم انٹارکٹیکا میں مسلسل چھ ماہ تک رات ہوتی ہے جبکہ سمندر کی گہرائیوں میں صدیوں سے رات کا وقت طاری ہے۔ اسی لیے متعدد مچھلیاں اور سمندری جانور روشنی خارج کرتے ہیں اور اسی روشنی کی مدد سے راستے کا تعین کرتے ہیں۔ اسنوپ لائٹ طوطا مچھلی اور لارج ماؤتھ باس پانی میں جلتی ہوئی مشعلیں ہیں۔

www.pdfbooksfree.pk

ہزار ہا کیڑے کی نسل گوشت خو سیلا تاریک سمندروں میں قتل وغارت گری کا بازار گرم کیے رکھتا ہے۔ نباتات بھی رات کے دیوانے ہوتے ہیں۔ رات کی رانی اور نائٹ شیڈ کے پھول راتوں میں ماحول کو معطر کرتے ہیں۔ کرۂ ارض کے نصف سے زائد جانداروں جانوروں کی مجبوری رات ہے۔

انسان اندھیرے میں دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لیے آج تک بننے والی لاکھوں فلمیں دن میں یا پھر روشنی میں فلمائی گئی تھیں دسمبر 2004ء میں امریکہ کے وائلڈ لائف فوٹو گرافر نے ایمازون کے جنگلوں میں رات کے وقت ببر شیر اور لگڑبھگوں کے درمیان شکار کی رسہ کشی کو بہترین انداز میں فلمایا۔

1000 کلو گرام وزنی امریکی کوہان دار بیلوں کے لشکر رات میں دریا کے کنارے اپنی پیاس بجھانے کیلئے جمع ہوتے ہیں تو آس پاس جھاڑیوں میں قاتل ببر شیر ان پر شب خون مارنے کیلئے چھپے ہوتے ہیں۔ یہ اندھیرے میں بالکل دن کی طرح صاف نہیں دیکھ سکتے بلکہ انہیں تاریکی میں حرکت کرتے ہوئے اجسام کالے دھبے شکل میں دکھائی دیتے ہیں۔ اب انہیں شکار کرنے کے لئے قوت سماعت کو بھی بروئے کار لانا ہوتا ہے۔ شکار مارگانے کے بعد لگڑبھگوں کے غول اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر شیر کو اتنا تنگ کرتے ہیں کہ وہ انہین سبق سیکھانے کے لیے ان کے پیچھے دوڑ پڑتا ہے۔ شکار سے ذرا دور ہٹتے ہی عقب میں چھپے ہوئے لگڑ بھگے نمودار ہو کر شکار گھسیٹ کر بھاگ جاتے ہیں۔ بے چارے شیر کا شکار ہی چھن جاتا ہے۔ لیکن ایسا دن میں نہیں ہوتا کیونکہ دن میں ببر شیر لگڑ بھگوں سے نمٹ لیتا ہے۔

فلک سے اپنی روشنی نچھاور کرنے والا پورا چاند رات کی بہار۔ اسلام میں شب قدر کی خاص رات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (سورۃ قدر)

☆......☆......☆

www.pdfbooksfree.pk

پھول پھول خوش بو

☆ یکم جولائی ۲۰۰۶ء کو چین کے صوبے تنگ زیننگ کے صدر مقام زیننگ سے تبت کے صدر مقام لہاسہ تک ریل چلائی گئی جو دنیا کا دشوار ترین مقام ہے۔☆ ۹۔ستمبر ۱۹۷۶ء کو ماؤزے تنگ کا انتقال ہوا تھا جو چین کے عظیم رہنما تھے۔☆ غیر ملکی کمپنیوں کی سرمایہ کاری کی وجہ سے چین اب دنیا کا تیسرا بڑا تجارتی ملک ہے۔ پہلے نمبر پر امریکا اور دوسرے نمبر پر جرمنی ہے۔ ☆ چین اقوام متحدہ کا پانچواں بڑا رکن ہے۔ ☆ دیوارِ چین کی تعمیر ۲۱۴ ق م میں شروع ہوئی تھی۔

جھاڑن

مرسلہ: حمیرہ کنول احمد، کراچی

امیر گھرانوں میں عجیب عجیب نسل کے کتے پالنے کا رواج ہوتا ہے۔ ایک امیر خاتون کا لمبے لمبے بالوں والا چھوٹا سا گول مٹول کتا گم ہوگیا جو انھیں جان سے زیادہ عزیز تھا۔ انھوں نے بہت تلاش کرایا۔ انعام بھی رکھا، مگر کتا نہ ملا۔ آخر انھوں نے بھاری معاوضے پر ایک سراغ رساں کی خدمات حاصل کرلی۔ سراغ رساں کتے کو ڈھونڈ لایا، مگر اس کی حالت اچھی نہیں تھی۔ وہ گیلا تھا اور مٹی میں لتھڑا ہوا تھا۔

خاتون نے کتے کو سینے سے لگا کر روتے ہوئے پوچھا: ''یہ تمھیں کہاں سے ملا؟''

''قریبی مارکیٹ سے۔'' سراغ رساں نے جواب دیا: ''ایک بلڈنگ کے چوکیدار نے اسے لمبے سے ڈنڈے کے سرے پر باندھا ہوا تھا اور اس سے کھڑکیاں اور روشن دان صاف کر رہا تھا۔''

آج کے سوال

ریاض علی بپیچوہا، درگھی، جعفر آباد

☆ رشوت کی گلی میں ہمارا ایمان کھوگیا ہے کہاں ڈھونڈیں؟ ☆ اسکول سے اخلاق گم ہوگیا ہے کہاں ملے گا؟ ☆ ایمان داری کا کیا بھاؤ ہے آج کل؟ ☆ دہشت گردی کی آگ بجھانے کے لیے بھائی چارے کا اسپرے کہاں دستیاب ہے۔ ☆ خلوص محبت کا انجکشن کہاں ملے گا۔ ☆ ڈش انٹینا (کیبل) کی بیماری کے لیے کون سی دعا یا دوا مناسب ہوگی؟ ☆ بے حیائی کا علاج کون سے وٹامن سے کیا جائے؟ ☆ بدتمیزی جو بازاروں میں گھومتی رہی ہے اس سے بچنے کا شربت کہاں ملے گا؟ ☆ ان سوالوں کے جواب کی آج سخت ضرورت ہے۔

☆

www.pdfbooksfree.pk

احسان کا بدلہ

فرحت یاسمین

بہت عرصہ ہوا۔ ملک چین میں ایک غریب بیوہ عورت رہتی تھی۔ اس کا نام تھا میڈم ہو۔ اس کا شوہر ایک جنگجو سپاہی تھا۔ بے چارہ ایک جنگ میں مارا گیا۔ شوہر کی موت کے ساتھ ہی میڈم ہو کی ساری خوشیاں ختم ہو گئیں۔ مصیبتوں اور مشکلات نے اس بے چاری کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مگر میڈم ہو ایک رحمدل اور پختہ ارادے کی عورت تھی۔ وہ ان پریشانیوں سے گھبرائی غربت اور پریشانیوں میں بھی اس نے اپنی رحمدلی نہیں چھوڑی۔ جو بھی حاجت منداس کے دروازے پر آیا وہ کبھی خالی ہاتھ اس کے گھر سے نہ لوٹا۔ جو کچھ اس سے بن پڑتا وہ اس کی ہر طرح مدد کرتی۔ میڈم ہو کی رحمدلی صرف انسانوں ہی تک محدود نہیں تھی موقع ملنے پر وہ جانوروں اور پرندوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرتی تھی۔

ایک دن وہ اپنے باغ میں ٹہل رہی تھی کہ اچانک اس نے ایک چڑیا زمین پر پڑی دیکھی۔ اس کے بازو زخمی ہو گئے تھے جس کی وجہ سے وہ اُڑ نہیں سکتی تھی۔ بھوک اور درد سے چڑیا بیچاری تڑپ رہی تھی۔ میڈم ہو نے آہستہ سے اس چڑیا کو اٹھا لیا اور اپنے گھر لے آئی۔ گھر لا کر اس نے زخمی پروں پر مرہم لگائی، دودھ میں چاول بھگو کر کھلائے اور پھر ایک نرم کپڑے میں لپیٹ کر سُلا دیا۔ صبح تک چڑیا کا زخم ٹھیک ہو گیا اور وہ "چوں چوں" کر کے میڈم ہو کا شکریہ ادا کرتی ہوئی اُڑ گئی۔

کئی سال یونہی گزر گئے۔ اس عرصہ میں میڈم ہو آہستہ آہستہ غریب ہونے لگی۔ شوہر کے مرنے کے بعد اس کی آمدن کا ذریعہ کوئی نہیں رہا تھا۔ جو کچھ پونجی جمع تھی دھیرے دھیرے سب ختم ہو گئی۔ یہاں تک کہ ایک دن ایسا آیا کہ میڈم ہو بالکل غریب ہو گئی۔ اس کے پاس خرچ کرنے کے لیے ایک پائی بھی نہ

www.pdfbooksfree.pk

رہی۔ اب میڈم ہو اپنے دوستوں اور ہمسایوں کی امداد کے سہارے زندہ رہنے لگی۔ اس کے کھانے وغیرہ کا خرچ بھی اس کے دوست اور ملنے جلنے والے پورا کرتے۔ لیکن آخر کب تک۔ وہ لوگ میڈم ہو کے معمولی اخراجات بھی برداشت کرتے کرتے تنگ آ گئے اور ایک دن سب نے امداد دینا بند کر دی۔ میڈم ہو نے کسی سے گلہ شکوہ نہیں کیا۔ اپنی قسمت پر شاکر رہ کر جیسے تیسے زندگی گزارنے لگی۔

ایک دن کا ذکر ہے۔ میڈم ہو اپنے باغ میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بہت اداس اور غمگین تھی۔ اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر کر کے آنسو بہا رہی تھی کہ اچانک اس کے کاندھے پر ایک پرندہ آ کر بیٹھ گیا۔ میڈم ہو چونک پڑی۔ اس نے جو گردن گھما کر دیکھا تو کیا دیکھتی ہے کہ وہی چڑیا جس کی اس نے تیمارداری کی تھی اور کھانا کھلایا تھا اس کے کاندھے پر بیٹھی ہے۔ چڑیا کو دیکھ کر میڈم ہو کا افسردہ چہرہ کھل اٹھا۔ چڑیا نے اپنی چونچ میڈم ہو کے سر پر پھیری اور پھر چپکے سے اس کی ہتھیلی پر کوئی چیز

www.pdfbooksfree.pk

رکھ کر اُڑ گئی۔ میڈم ہو نے دیکھا کہ وہ ایک ننھا سا بیج تھا وہ مسکرائی اور یہ سمجھ کر کہ چڑیا اسے اس کے احسان کے بدلے کے طور پر وہ بیج دے گئی ہے وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور بیج کو زمین کھود کر اس میں گاڑ دیا۔ اس واقعہ کو ایک عرصہ گزر گیا۔ میڈم ہو اس بات کو بھی بھول گئی کہ کبھی اس نے کوئی بیج بویا تھا۔ لیکن ایک دن ایک مسافر عورت میڈم ہو کے دروازے پر آئی اور اس نے کھانے کے لئے میڈم ہو سے کچھ مانگا۔ میڈم ہو کوئی روز سے خود ہی کھانا نہیں ملا تھا۔ وہ بیچاری اس عورت کو کیا کھلاتی۔ پھر بھی وہ ایک رحمدل عورت تھی اور آج تک اس کے دروازے سے کوئی سوالی خالی ہاتھ نہیں لوٹا تھا اس لئے کہ وہ اس مسافر عورت کو بھی مایوس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اٹھ کر دوڑی ہوئی اپنے باغیچے میں گئی کہ شاید کسی درخت پر کوئی پھل ہی مل جائے تو وہ اس مسافر عورت کو دے دے۔ باغ میں ایک جگہ پہنچ کر وہ ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔ اس مقام پر جہاں اس نے چڑیا کا دیا ہوا بیج بویا تھا، وہاں ایک بڑا سا تربوز اُگ آیا تھا۔

میڈم ہو کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ وہ مسرت سے کھل اٹھی۔ اس نے جلدی سے تربوز کو توڑ لیا اور مہمان عورت کو کھلانے کے لئے میز پر سجا کر رکھ دیا۔ اس نے اپنی مہمان سے کہا۔ ”بہن! میرے پاس اس وقت تمہیں کھلانے کے لئے اس پھل کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کے لئے میں معافی چاہتی ہوں۔“

اتنا کہہ کر وہ چاقو سے تربوز کاٹنے لگی لیکن جونہی اس نے تربوز کاٹا تو اُس میں سے بہت سے قیمتی ہیرے جواہرات نکل کر بکھر گئے۔ انہیں دیکھ کر میڈم ہو حیرت سے ششدر رہ گئی۔

اس نے بڑی تعجب کے ساتھ اپنی مہمان کی طرف دیکھا۔ لیکن وہ مسکرا کر بولی۔

”میڈم ہو یہ تو آپ کی رحم دلی اور رحم کا بدلہ ہے۔“

اتنا کہہ کر وہ عورت چڑیا بن کر پُھر سے اُڑ گئی۔ اور میڈم ہو اسے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk

مسکرائیے

ایک شخص نے نجومی سے پوچھا: ''مجھے اگلے جنم میں گدھے کا روپ ملے گا۔''

نجومی نے کہا۔ ''نہیں جی ایک روپ بار بار نہیں ملتا۔''

(ارم غفار، راہوالی)

☆......☆......☆

ماں : ''اگر تم میرے کہنے پر عمل نہیں کرو گے تو میں تمہیں سخت سزا دوں گی۔''

بیٹا: ''کون سی سزا دیں گی؟''

ماں : ''میں تمہیں کرکٹ کا کھلاڑی بنا دوں گی پھر تم ساری عمر دھوپ میں جلتے رہو گے۔''

(راجہ ثاقب محمود جنجوعہ، پنڈ دادن خان)

شوہر بیوی سے : ''بیگم تم ایک گھنٹے سے دروازے پر کھڑی کس سے باتیں کر رہی تھیں؟''

بیوی : ''میری سہیلی تھی، بے چاری کے پاس اندر آنے کا وقت ہی نہیں تھا۔''

(محمد سجاد ارشد، لاہور)

آنکھوں کا ڈاکٹر مریض کو آتے ہوئے دیکھ کر بولا۔

آپ کی نظر تو واقعی بہت خراب ہے۔

مریض: مگر آپ کو کیسے، پتا چلا؟

ڈاکٹر: کیونکہ آپ دروازے کے بجائے کھڑکی سے اندر آئے ہیں۔

www.pdfbooksfree.pk

ایک چور کے گھر میں راشن ختم ہوگیا۔ تو اس کی بیوی نے اس سے کہا : ''جاؤ راشن لے آؤ۔''

چور نے جھلا کر کہا : ''پہلے دکانیں تو بند ہو لینے دو۔''

(ہارون شہزاد، لاہور)

☆......☆......☆

ایک عورت کسی مصور کے پاس گئی اور کہنے لگی : ''تم اچھے مصور نہیں ہو، وہ دیکھو سامنے کتنی بھدی، بدصورت اور موٹی کالی کلوٹی عورت کی تصویر بنائی ہے۔''

مصور زیرِ لب مسکرایا اور بولا : ''محترمہ! جسے آپ تصویر سمجھ رہی ہیں وہ آئینہ ہے۔''

(اجالا، ثمر، انس، شیراز خورشید، مقام نامعلوم)

☆......☆......☆

ایک سردار دکاندار سے : ''مجھے کمپیوٹر کے لئے پردے دکھاؤ۔''

دکان دار : ''لیکن سردار جی! کمپیوٹر پر تو پردے نہیں لگتے۔''

سردار : ''اوئے پاگل آدمی میرے کمپیوٹر میں جو (Windows) کھڑکیاں ہیں مجھے ان کے لئے پردے چاہئیں۔''

(سید محمد اظفر عالم، لاہور)

☆......☆......☆

شوہر (بیوی سے) : ''منا کافی دیر سے رو رو کر ہلکان ہو رہا ہے اسے لوری سنا کر سلا کیوں نہیں دیتیں؟''

بیوی : ''میں منے کو لوری دے کر سلاتی ہوں تو پڑوسی کہتے ہیں منے کو ہی رونے دیا کرو۔''

(سائرہ خلیل، راولپنڈی)

☆......☆......☆

ایک کنجوس پروفیسر نے جیب سے روپیہ نکالتے ہوئے لڑکوں سے کہا : ''میں اسے تیزاب سے بھرے گلاس میں ڈال رہا ہوں کیا یہ اس میں حل ہو جائے گا؟''

ایک لڑکا بولا : ''بالکل نہیں۔''

پروفیسر : ''آپ کو کیسے معلوم ہوا؟''

لڑکا : ''اس لئے کہ اگر یہ تیزاب میں حل ہو جاتا تو آپ اسے ہرگز تیزاب میں نہ ڈالتے۔''

(محمد شمران، اوکاڑہ)

☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk

زیورات

وکیل (بیوی سے) ''دیکھو بیگم آج تمام نقدی اور زیورات کہیں پر چھپا کر رکھ دو۔''

بیوی: ''کیوں جی؟''

وکیل: ''آج کے مقدمے میں میں نے جس چور کو رہا کروایا ہے وہ ہمارا شکریہ ادا کرنے ضرور آئے گا۔

(منیبہ جاوید۔کراچی)

برتن

خاوند نے بیوی سے کہا: ''بھئی آج رات کا کھانا ہوٹل میں کھانے کے متعلق کیا خیال ہے؟''

بیوی بھنا کر بولی: ''تم کیا سمجھتے ہو کہ میں پکاتے پکاتے تھک گئی ہوں؟''

خاوند نے جواب دیا: ''نہیں دراصل بات یہ نہیں بات صرف اتنی ہے کہ میں روزانہ برتن دھوتے دھوتے تھک چکا ہوں۔ (ادیبہ شفیع۔لاہور)

ڈرامہ آرٹسٹ

ایک بچے نے اپنی نانی سے پوچھا:

نانی جان...... آپ ڈرامہ آرٹسٹ ہیں؟

نانی نے جواب دیا...... نہیں بیٹے...... تمہیں کس نے کہا؟

بچہ سادگی سے بولا: نانی جان! جب آپ آئی تھیں تو ابو امی سے کہہ رہے تھے کہ وہ آگئی ہے بڑھیا...... اب گھر میں ہر روز نئے نئے ڈرامے ہوا کریں گے۔

(فاطمہ بختیار۔لانڈھی)

ٹیچر

استاد: ''تم نے انگلش کا کام کیا؟''

شاگرد: ''یس سر!''

استاد: ''ریاضی کا؟''

شاگرد: ''یس سر!''

استاد: تم بڑے کمال کے لڑکے ہو''

شاگرد: ''نہیں سر! میں تو جمال کا لڑکا ہوں''

(سمیع عابد حسین۔کراچی)

استاد۔ (شاگرد سے) آندھی کس وقت آتی ہے۔

شاگرد۔ جس وقت فرشتے آسمان پر جھاڑو دیتے ہیں۔

طارق جاوید لوجی ۱۵ اڈہ ولندد

ماں: ''تم بالکل نکمے ہو، اپنے باپ سے ہی کچھ سیکھو۔''

بیٹا: ''انھوں نے کون سا کارنامہ انجام دیا ہے؟''

ماں: ''دیکھتے نہیں، اچھے چال چلن کی وجہ سے جیل کے افسروں نے ان کی باقی سزا معاف کر دی ہے۔''

شہریار رشید، کراچی

www.pdfbooksfree.pk

چھپی تصاویر تلاش کریں

www.pdfbooksfree.pk

ڈرائنگ سیکھئے

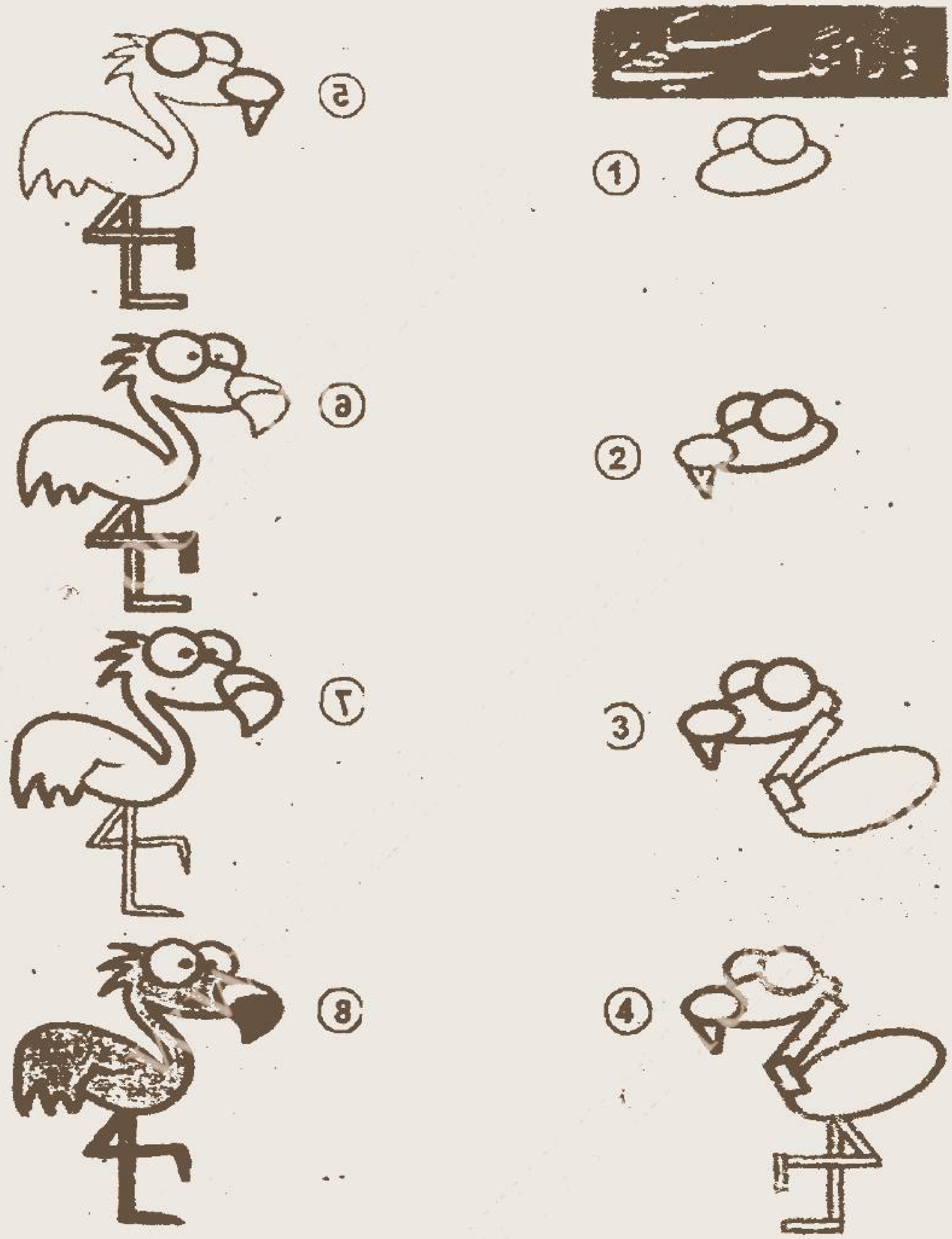

www.pdfbooksfree.pk

بوجھو تو جانیں

سیڑھیوں کے دونوں جانب کے حروف کو اس طرح جوڑیں کہ ان کے درمیان TH آئے۔ دونوں سیڑھیوں میں موجود سرخ حروف کو جوڑ کر پائتھن کی کمر میں موجود خانوں میں لکھیں۔ یہ لفظ E سے شروع ہو کر Y پر ختم ہونا چاہیے۔

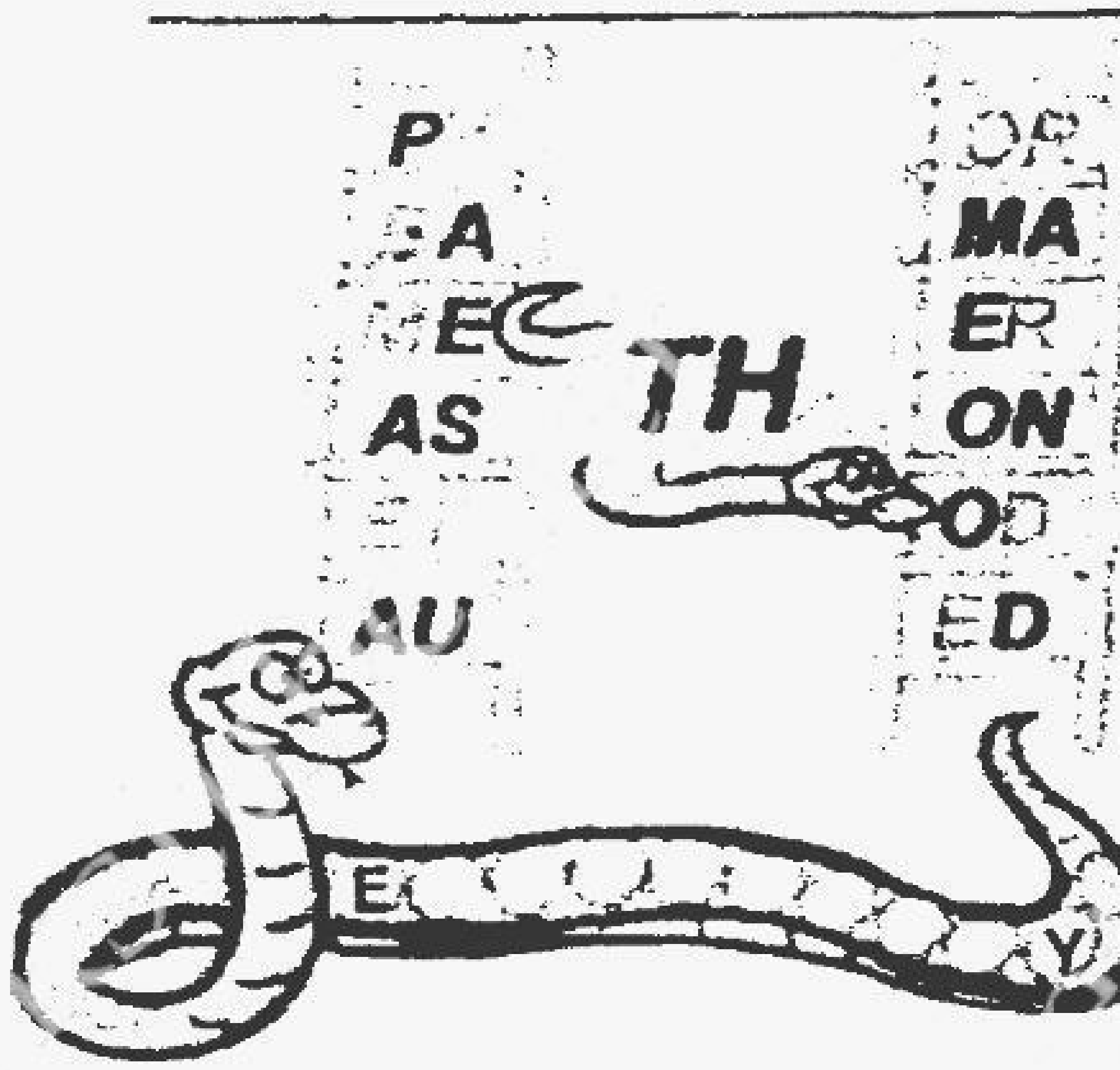

کیا آپ جانتے ہیں کہ 30 ملین درخت 30 ممالک میں اگانے والی اور نوبل انعام یافتہ افریقی خاتون کا نام کیا ہے؟ ان کے لگائے درختوں میں سے دو ایک جیسے درخت تلاش کریں

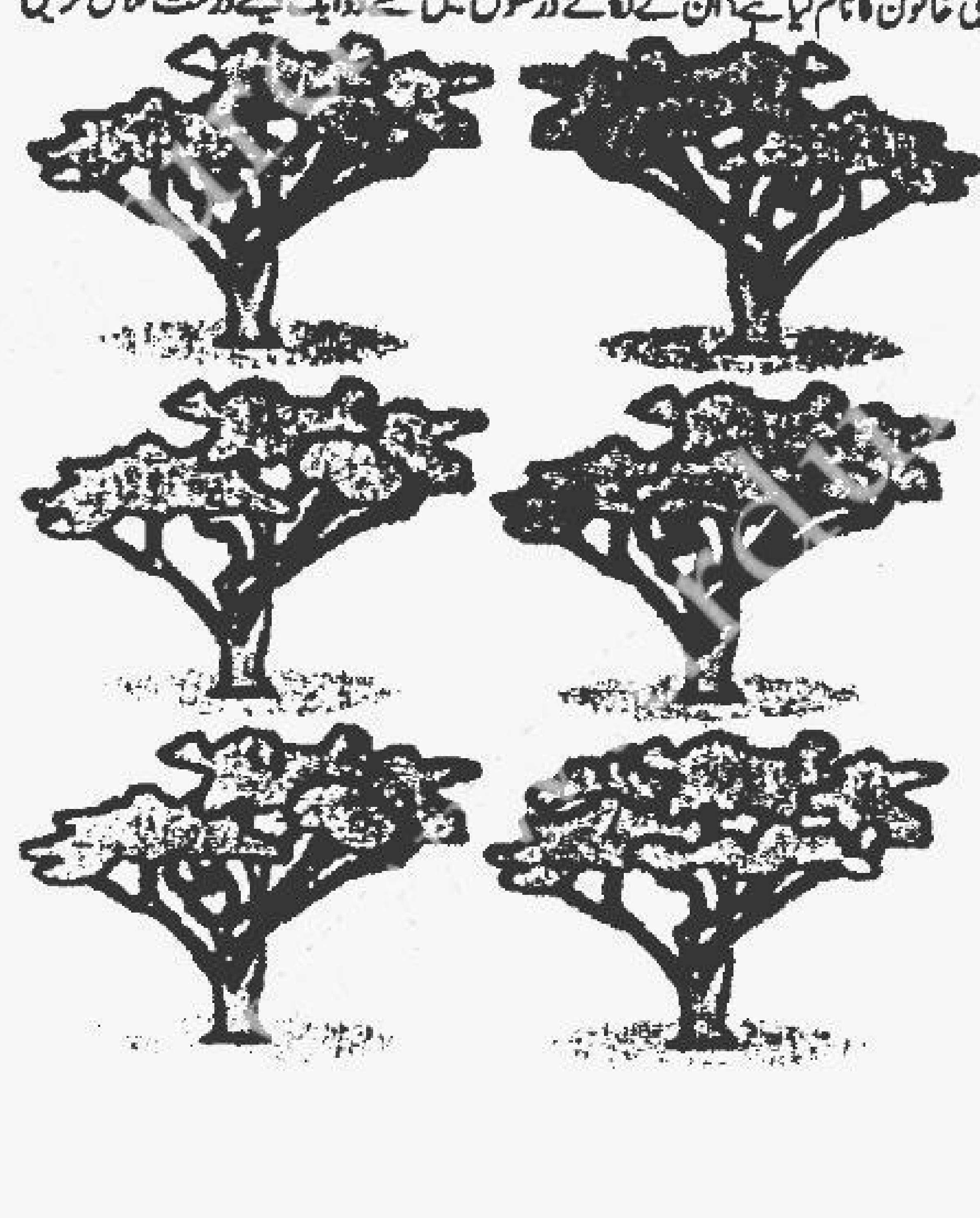

www.pdfbooksfree.pk

رنگ بھرئیے-تصویر مکمل کیجئے

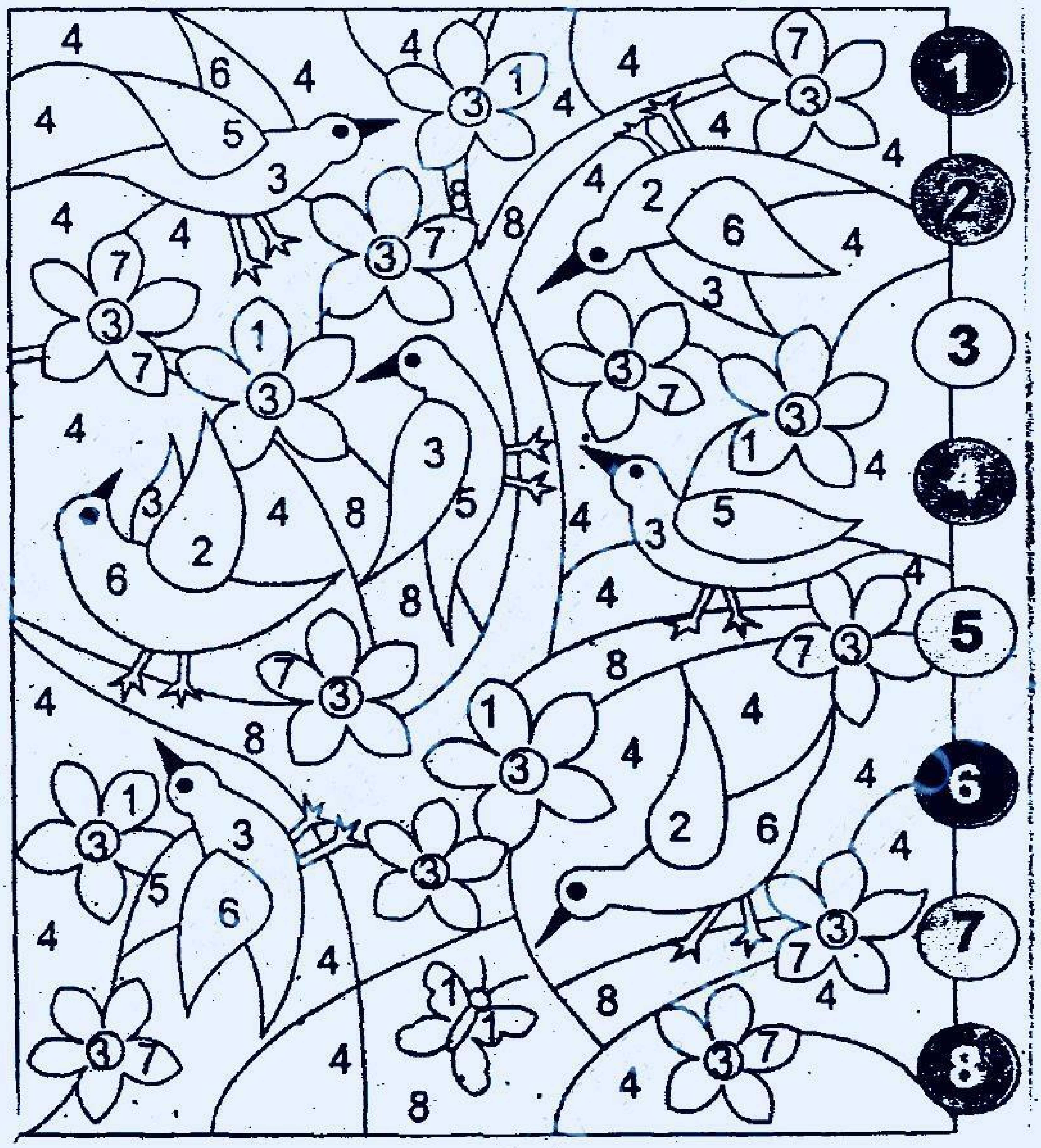

www.pdfbooksfree.pk

دیکھتے جاؤ اور فرق ڈھونڈتے جاؤ

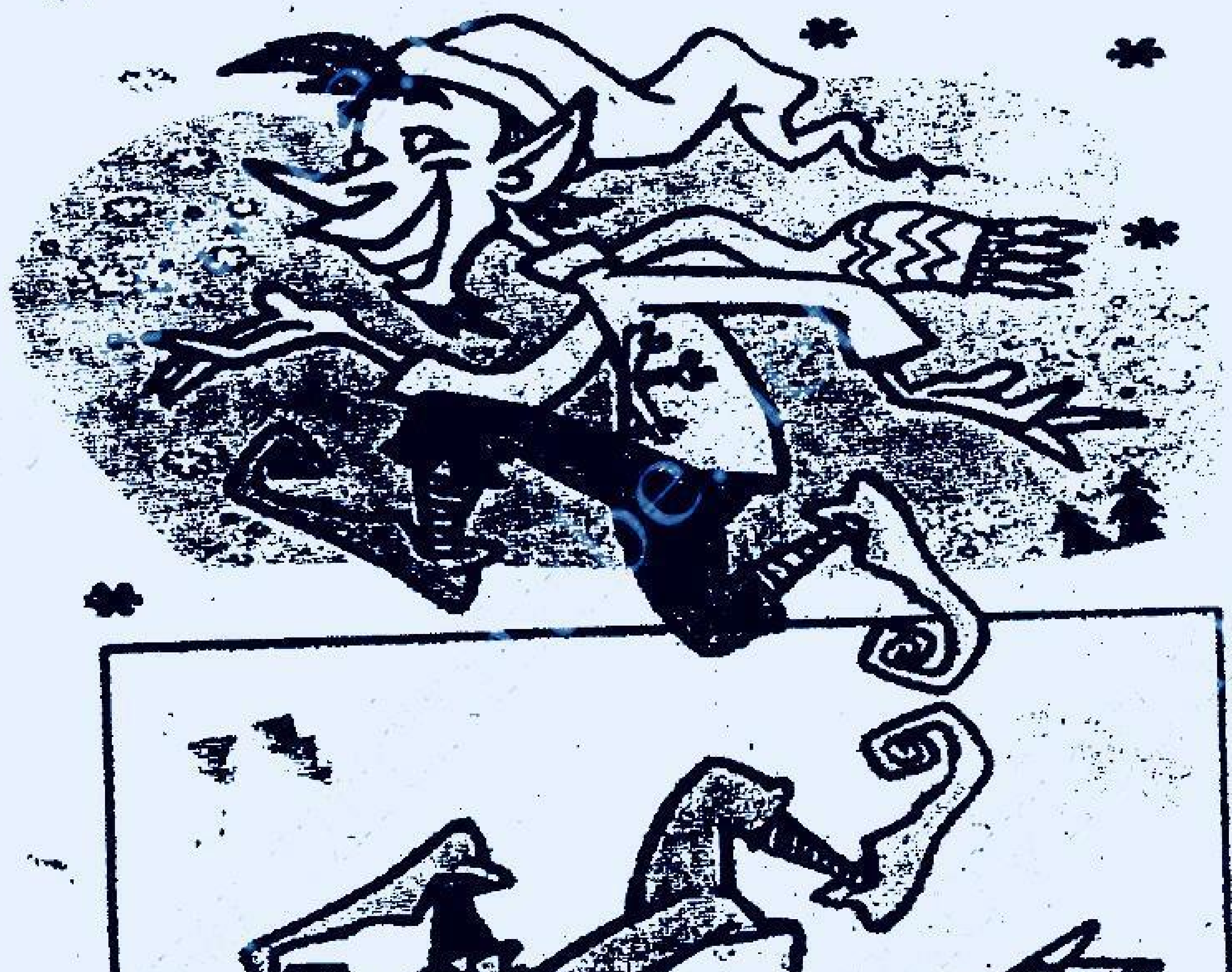

www.pdfbooksfree.pk

ب میری آنکھ پھوڑنے کا انجام بھگتو۔ ہمت ہے تو راستہ بناؤ اور نکل

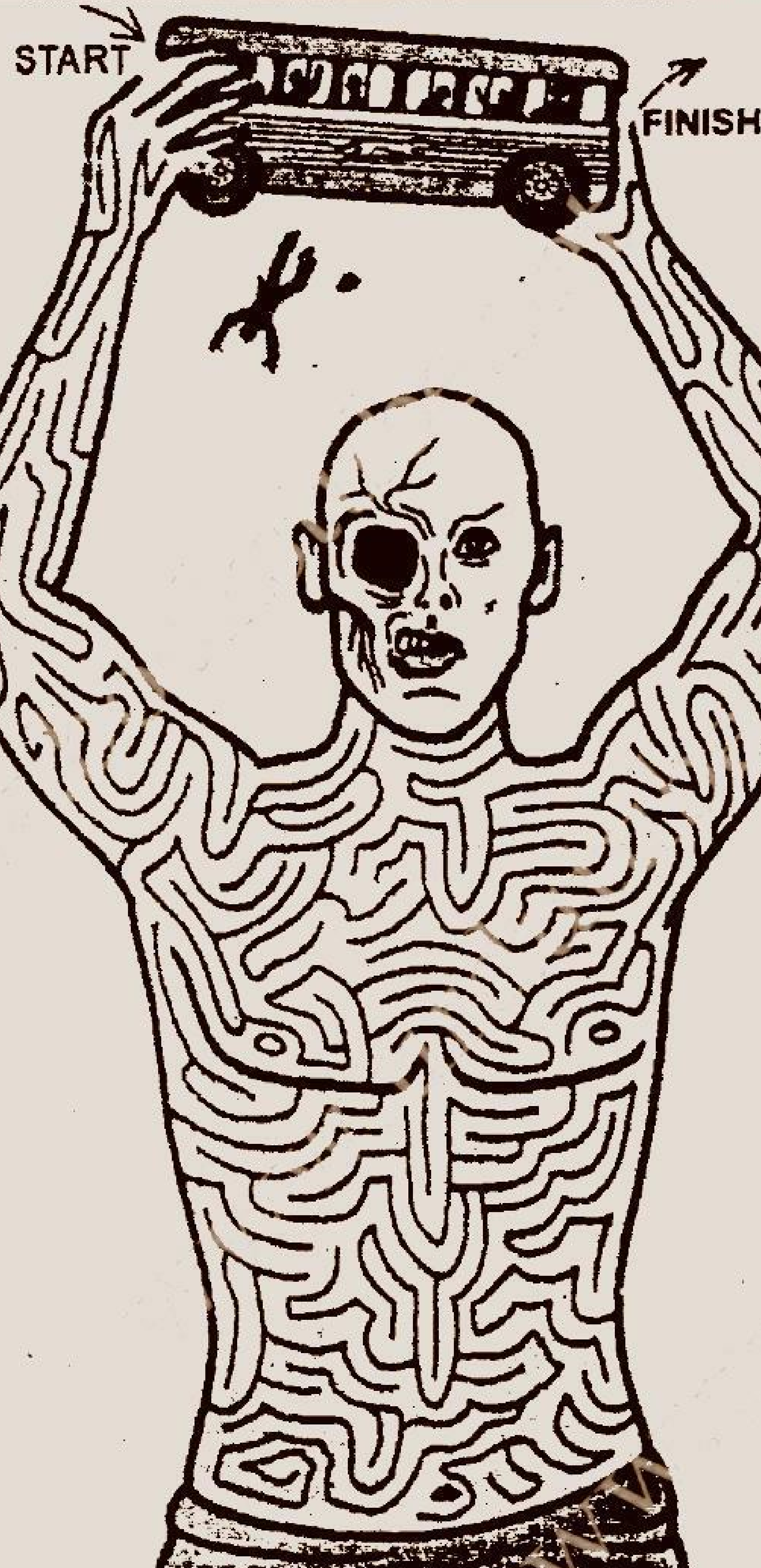

www.pdfbooksfree.pk